طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة
اللہ اکبر
سترھویں صدی عیسوی کا نیا
نجدی مذہب
ترجمہ
غلام معین الدین نعیمی

3-11-1980

سترہویں صدی عیسوی کا نیا

نجدی مذہب

ترجمہ

الصواعق الالٰہیۃ فی الرد علی الوہابیۃ

تالیف

العالم العلامۃ النحریر الفہامۃ الشیخ سلیمان بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً جو کہ اپنے بھائی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اسکے متبعین کے رد میں ہے کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے اور انہیں مشرک اور مرتد قرار دیتے ہیں عاملھم اللہ یوم الجزاء بعدلہ لا بلطفہ وفضلہ

مترجمہ

مجاہد ملت مخدوم علامۃ الحاج مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی
ناظم اعلیٰ موتمر علمائے پاکستان

الناشر
ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم موچی گیٹ لال کھوہ لاہور
مطبوعہ تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور
قیمت ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الاولیٰ والاعلیٰ محمد المصطفیٰ المرتضیٰ المجتبیٰ الاسنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ وعلیٰ من والاہ واثنیٰ

پیش نظر کتاب "الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ" ہے جسے حضرت علامہ یگانہ، فقیہ زمانہ، عالم باعمل، فاضل اکمل، زبدۃ الافاضل، فخر الاماثل حضرت مولانا الشیخ محمد سلیمان علیہ رحمۃ اللہ المنان نے تالیف فرمایا ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ بانی تحریک وہابیت ابن عبد الوہاب نجدی کے حقیقی برادر کبیر ہیں شیخ کی ولادت ۱۶۹۱ء میں بمقام ریاض ہوئی۔ شیخ اپنے والد محترم شیخ عبد الوہاب کے سب سے پہلے لڑکے ہیں جو بڑے ہی صالح، نیکوکار، خدا ترس اور حق شناس واقع ہوئے۔

آپ کا سب سے چھوٹا بھائی ابن عبد الوہاب نجدی جسکی ولادت ۱۷۰۳ء میں ہوئی اور جو آپ سے تقریباً بارہ برس چھوٹا تھا، بچپن ہی سے شریر و فسادی تھا۔ کئی بار والدین نے مار کے گھر سے نکالا تھا، مگر یہ اپنا ڈھیٹ پنا نہ چھوڑتا تھا۔

جس زمانہ میں ترکی اور ایران کے مابین سازشی جنگیں جاری تھیں، یہ کسی خاص پروگرام کے ماتحت نادر شاہ درانی کے زمانہ میں ایران پہنچا، اور قم و اصفہان کے شیعی علماء و مجتہدین سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ باوجود اسکے کہ نجد محروسہ ترکی تھا، لیکن یہ شخص ترکی حکومت کے بالمقابل حکومت ایران پہنچ گیا۔ وہاں پر اس کا تعلیم پانا درحقیقت ایک خاص سازش کے ماتحت تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہ عراق، شام اور بصرہ اور اسکے گرد و نواح میں گھومتا رہا۔ شام اور بصرہ ان دنوں مشرق میں آنیوالے یورپین کارندوں کی خاص گزرگاہ تھی۔ ابن عبد الوہاب وہاں پر مغربی سیاحوں اور عیسائی کارندوں سے ملتا رہا۔ اسی زمانہ میں ترکی کی سلطنت، فرانس کے سیاسی اثر کے ماتحت آسٹریا اور روس سے برسر پیکار تھی۔ ان دنوں نہر سویز نہ تھی، اور مغربی کارندوں کے لیے بصرہ و شام خاص اہمیت رکھتے تھے۔

عین اُسوقت فرانس میں عیسائی چند فرقوں میں بٹ رہے تھے، اور ایک نیا مذہب عیسائیوں میں بن رہا تھا، جس کا بانی جنرل ماتھر تھا، جو بعد کو "پروٹسٹنٹ" کے نام سے دنیا میں ظاہر ہوا، جو عیسائیوں میں ایسا ہی ہے، جیسا مسلمانوں میں "وہابی" فرقہ۔ بلکہ اسے اگر عیسائی وہابیت کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ نظریات وعقائد کے اعتبار سے نجادنہ اور پروٹسٹنٹ ایک ہی نظر آتے ہیں

پھر جن دنوں جنرل ماتھر عیسائیوں میں اپنی تحریک جدید پرچار کر رہا تھا۔ نجد سے تحریکِ وہابیت شروع ہوئی۔

ابن عبدالوہاب ان ہی دنوں مدینہ منورہ آیا، اور مولانا محمد حیات صاحب سندھی کے حلقۂ درس میں شامل ہوگیا۔ انہی دنوں اس نے الحادی عقائد اور نظریات کا اظہار شروع کیا، جس پر اُستاذِ محترم علامہ سندھی نے اسے نکال دیا۔

اور درحقیقت جنرل ماتھر کے مذہبِ جدید کے پیروکاروں سے اسکی جب ملاقات ہوئی، تو ابن عبدالوہاب نے نجد اور اسکے گرد ونواح میں وہابیت کی ترویج شروع کردی یہ فتنہ نجد میں پلتا رہا، اور صادق ومصدوق سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا۔

حضورِ اکرم سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب حنین کی غنیمتیں تقسیم فرمارہے تھے تو ایک شخص نجد کا رہنے والا ذوالخویصرہ کھڑا ہوا، اور نہایت ہی توہین آمیز لہجہ میں کہنے لگا "اِعْدِلْ یَا مُحَمَّدُ" حضرت فاروقِ اعظم، اور حضرتِ خالد سیف الاسلام نے اجازت طلب کی، لیکن حضورِ اکرم سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دَعْهُ فَاِنَّ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا یَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ ارشاد فرماکر منع فرمایا۔

پھر مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ ارشاد بھی فرمایا کہ ہے کوئی جو اُسے قتل کرے جو مسجد میں ہے۔ اس پر حضرتِ صدیقِ پاک، پھر حضرتِ فاروقِ اعظم، پھر حضرت مولیٰ المکانات رضی اللہ عنہم باری باری سے آئے، اور ارادۂ قتل کا اظہار فرمایا۔ پہلے دونوں بزرگوں کو

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم قتل نہ کر سکو گے، اور آخر الامر سید الشجعین رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اِنْ وَجَدْتَ" حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ نے واپس آکر اطلاع دی کہ وہ چلا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا الرَّجُلِ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ، اس آدمی کی نسل سے شیطان کا سینگ طلوع کریگا۔

چنانچہ اسی ذوالخویصرہ کی اولاد میں اس ابن عبدالوہاب نجدی نے جنم لیا، اور اپنے ماں باپ، خاندان بلکہ تمام مسلمانانِ عالم کو اسلام سے خارج بتایا، اور یہانتک اپنے مذہب نامہذب میں غلو کیا کہ جو عورت اسکے ناپاک عقائد کو قبول کرتی، اسکے سر کے بال منڈواتا اور کہتا کہ یہ بال اسلیے منڈوا رہا ہوں کہ تیرے سر پر زمانۂ شرک کے تھے، تا آنکہ ایک عورت نے کہا کہ اچھا اگر عورتوں کے بال منڈوانے اسلیے ضروری ہیں کہ بقول تیرے وہ زمانۂ شرک کے بال ہیں، تو تو نے کسی مرد کی داڑھی کیوں نہ منڈوالی کہ وہ بھی زمانۂ شرک کے بال تھے، تو یہ عورتوں کے بال منڈوانے سے باز آیا۔

اسکے عقائدِ فاسدہ و نظائرِ کاسدہ کا ردِ بلیغ، اس کتاب میں اسکے حقیقی بھائی العلامۃ الفہامہ الشیخ سلیمان ابنِ عبدالوہاب نے کیا، اور اسکے بعد حضرت سراج العلماء تاج الفقہاء زین الفضلاء الشیخ زینی دحلان مکی قدس سرہ الملکی نے خوب رد کیا۔

اور ارشاد فرمایا حدیث پاک میں ہے "اذا ظہر الخبیث" جب خبیث پیدا ہوگا تو شیخ نجدی ابن عبدالوہاب سنہ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوا، اور "خبیث" کے عدد بھی ۱۱۱۲ ہیں، اور چورانوے برس زندہ رہ کر سنہ ۱۲۰۶ھ میں فوت ہو گیا۔ جس کی تاریخ حضرت خاتم المحققین زین الکاملین زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نکالی "بد اہلاک الخبیث" (الدرر السنیہ)
۱۲۰۶ھ

اس نے جو کچھ کہا اُسے اس کتاب میں الشیخ سلیمان ابن عبدالوہاب نے بیان کیا یہ ابن عبدالوہاب نجدی کے بھائی ہیں، بلکہ اسکا والد بھی اپنے سپوت کے ان دعاویٰ بیانہ

خیالات سے نالاں تھا۔ چنانچہ مسعود عالم ندوی اپنی کتاب "ابن عبد الوہاب" کے صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں، "خود باپ کو بھی یہ ادا پسند نہ آئی"۔

اور اسی سلسلہ میں یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ سرکار ابد قرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ الحديث (رواہ مسلم) یعنی آخر زمانے میں کچھ لوگ حق میں باطل کی آمیزش کرنیوالے سخت جھوٹے تمہارے پاس وہ باتیں لائینگے، جو نہ تم نے سُنی ہونگی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، اُن سے بھاگو اور دور بھاگو انھیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

آج وہی دَور ہے، طرح طرح کے فتنے پیدا ہو رہے ہیں، اور مسلمانوں کو کافر، مشرک، بدعتی بنا رہے ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ غیر مسلموں سے میل جول، موالات واخوت قائم ہے، مسلمانوں کو کفر وشرک و بدعت کے فتووں کے ذریعہ فرقہ وارانہ تقسیم کر رہے ہیں۔ حضرت الشیخ سلیمان علیہ الرحمۃ المنان نے خوب جواب دیا کہ تم جن جن باتوں کو کفر وشرک قرار دیتے ہو، وہ تو سرکار امام احمد رضی اللہ عنہ سے ابتک برابر تمام علماء و امراء اور عوام مسلمین میں رائج وشائع ہیں، تو تمہارے طور پر آٹھ سَو برس کے سارے کے سارے مسلمان العیاذ باللہ کافر ومشرک قرار دیئے جائینگے، تو تم کب اُس شرک وکفر سے بچ سکو گے"۔ ان کا یہ کہنا اسی حدیث مبارک کے مطابق ہے، جیسے اوپر ذکر کیا گیا ہے"۔

یہ فتنہ نجد سے نکلا، اور عالم اسلام میں پھیلا، ہمارے غیر منقسم ہندوستان سے رائے بریلی کے تکیہ والے سید احمد اور دہلی والے میاں اسمٰعیل ۱۸۲۱ء میں جبکہ بانی تحریک وہابیت ابن عبد الوہاب نجدی کو مرے ہوئے صرف اکتیس۳۱ برس ہوئے تھے کہ سفر حجاز کے لیے گئے، اور وہاں سے یہ بدبختی اہل ہند اور ہمارے ملک پاکستان کیلیے لائے۔ مکہ مکرمہ اور حجاز مقدس کے متعدد مقامات پر خفیہ میٹنگیں سید احمد تکیوی اور میاں اسمٰعیل دہلوی کے ساتھ نجادنہ کی ہوئیں، اور اسکے بعد ہی

شیخ نجدی کی "کتاب التوحید" کا ترجمہ اپنے الفاظ میں بنام "تقویۃ الایمان" میاں اسمٰعیل دہلوی نے کیا، اور اُسے "اہلِ ہند" میں شائع کیا۔ اُسکے چند اقتباسات درج ذیل ہیں، اس سے آپ اندازہ لگائینگے کہ اُنھوں نے وہابیت کے فروغ میں کیسا کردار ادا کیا ہے:۔

تقویۃ الایمان میں ہے "اللہ کے سوا کسی کو نہ مان"۔ ایضاً "اوروں کو ماننا محض خبط ہے"۔ ایضاً "اللہ صاحب نے فرمایا کسی کو میرے سوا نہ مانیو"۔ کہیں انبیاء و مرسلین کو چوڑھے چمار سے نسبت دی۔ کہیں کہا جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ کہیں یوں کہا۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ وغیرہا من الخرافات۔

اسی لیے حضرت مولانا خیر الدین صاحب والد بزرگ ابو الکلام آزاد نے کہا کہ جب وہابیت نے ہندوستان میں جنم لیا، تو اُس نے دو روپ دھارے، ایک روپ خالص غیر مقلدانہ تھا، جس میں تقلید کو شرک قرار دیا گیا تھا، اور اس گروہ اور روپ کے امام الطائفہ میاں اسمٰعیل تھے۔ یہ وہی میاں اسمٰعیل ہیں جنھوں نے کھلے بندوں یہ فتویٰ دیا تھا کہ:۔

"بلکہ اگر ان (انگریزوں) پر کوئی حملہ آور ہو، تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اُس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں"۔

اور میاں جی کے پیر جی تکیہ والے سید احمد تو خالص انگریز بہادر کے ایجنٹ تھے اور اسکی شہادت "حیاتِ طیبہ"۔ "سوانح احمدی"۔ "الفرقان شہید نمبر ۱۳۵۵ھ" اور "تواریخ عجیبہ" وغیرہا کتب دیتی ہیں، جن میں صاف لکھا ہے کہ:۔

(۱) لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری (ایجنٹی) دلالی سے بہت خوش تھا۔ (حیاتِ طیبہ ص۳۰۵)

(۲) اس سوانح نیز مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شہید صاحب کا

سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا، وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اسوقت سید صاحب کے خلاف ہوتی، تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی، مگر سرکار انگریزی اسوقت دل سے چاہتی تھی۔" (تواریخ عجیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص۱۸۲)

(۳) "سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے، تو سید صاحب نے مولانا اسمٰعیل کے شوریٰ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں، سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے؟ لفٹنٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری میں اور امن میں خلل نہ پڑے، تو ہمیں کچھ سروکار نہیں، نہ ہم اس تیاری کے مانع ہیں۔ یہ تمام بین ثبوت صاف صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں کے لیے مخصوص تھا، سرکار انگریزی سے مسلمانوں (سید احمد و میاں اسمٰعیل) کو ہرگز ہرگز مخاصمت نہ تھی۔" (حیاتِ طیبہ ص۳۰۴)

اور سکھوں سے جہاد کی قلعی مولوی گنگوہی صاحب نے "تذکرۃ الرشید" میں کھولدی کہ "سید صاحب نے پہلا جہاد یسمی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا"

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص۲۷۱)

شاید ان تحریک جہاد کے بانیوں کے نزدیک "یار محمد خاں" کسی سکھ کا نام ہوگا، یا انگریز بہادر کی محبت میں ہر داڑھی والے کو سکھ سمجھنے لگے ہونگے، ورنہ سکھوں سے میل و اتحاد، اور سکھ دوستی کا حال تو مرزا حیرت صاحب "حیاتِ طیبہ" میں لکھتے ہی ہیں کہ "دوسرے دن شیر سنگھ نے ان دونوں بزرگوں (سید احمد و میاں اسمٰعیل) کی نعشوں کو شناخت کرا کر نہایت عزت کے ساتھ انھیں بالا کوٹ میں دفن کیا (حیاتِ طیبہ ص۴۲۷)

یہی نہیں بلکہ سید احمد و میاں اسمٰعیل کی فوج کا سکریٹری منشی ہیرالال تھا، اور ایک سپاہی راجہ رام ہندو تھا۔ (حیاتِ طیبہ) اور خود سید صاحب نے جو خط بدھ سنگھ کو

لکھا وہ انکی سکھ دوستی کی اقبالی دستاویز ہے۔ "حیات طیبہ" کے صفحہ ۲۹۹ پر ہے،
"از امیر المومنین سید احمد بر ضمیر ابہت تخمیر سپہ سالار جنود دعا کہ مالک خزائن
ودفاتر جامع ریاست وسیاست حاوی امارت وامالت صاحب شمشیر وجنگ عظمت
نشان سردار بدھ سنگھ"۔

ذرا غور فرمائیں، کیسے آداب والقاب سے نوازش نامہ مزین کیا ہے۔ تھانوی جی
اپنی کتاب "شمائم امدادیہ" ص ۹۹ میں لکھ چکے ہیں کہ "امر سنگھ نے تعظیم واکرام تمام
مزار تیار کیا"۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ یہ جہاد مسلمانوں سے تھا یا سکھوں سے۔

اور (بحوالہ "آزادی کی کہانی خود انکی زبانی" مطبوعہ چٹان لاہور) دوسرا روپ
اس وہابیت کا بقول مولانا خیر الدین صاحب مرحوم تقلید کے برقع میں چھپ کر رونما ہوا، اور
اس نے تقلید پر خوب خوب زور دیا، اور بلاد ہندوستان میں حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر
وہابیت پھیلاتا رہا۔ کہیں شافعیت اختیار کر لی، اور خاص حجاز و نجد میں حنبلیت کے
روپ میں وہابیت کا پرچار ہوا۔ یہاں پر چونکہ حنفی لوگ آباد ہیں، اسلیے اس نے
حنفیت کو اپنایا، اور تقلید کا برقع اوڑھا، اور لوگوں میں وہی فاسد عقائد اور کاسد
نظریات پھیلائے۔ اسکا امام نافرجام، مولانا خیر الدین صاحب مرحوم نے "ملا اسحاق" کو
قرار دیا، اور یہاں سے یہ فتنہ ضلع سہارنپور وضلع مظفر نگر میں پرورش پاتا رہا۔
اور جب انگریز بہادر کے ایجنٹوں نے جنگ آزادی میں سہارنپور ومظفر نگر میں
انگریز کو پناہ دی، اور وہاں پر انگریز کو امان ملی، تو ۱۸۶۶ء میں خاص انگریزی
عطیہ زمین پر دیوبند نے "دار العلوم" قائم کیا، اور یہاں سے انگریز کے تنخواہ دار
ایجنٹ پیدا کیے گئے۔ ملا طاہر دیوبندی "مکالمۃ الصدرین" میں صاف لکھ چکے
کہ تھانوی صاحب کو "چھ سو روپے ماہانہ انگریزی حکومت سے ملتا تھا"۔

اس دوسرے گروہ نے بظاہر حنفی بنکر وہابیت کی تبلیغ وترویج کی، اور
مختلف فرقوں میں تقسیم ہو کر ملک وملت کو تباہ وبرباد کرنے کی سازشیں تیار کیں

یہاں سے "انکارِ خاتم النبیین" کا فتنہ پیدا ہوا، امکانِ نبوت پر زور دیا گیا، اور کہا گیا کہ
"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو، تو بھی خاتمیتِ محمدی
میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔ (تحذیر الناس ص ۳۳)

یہیں سے امکانِ کذبِ باری پر وہ شد و مد دیکھا گیا کہ الامان، الحفیظ! کسی نے
خدا کو بالامکان کاذب کہا، کسی نے بالفعل وقوعِ کذب کے معنی درست بتائے
کسی نے شراب، چوری، زنا، اغلام، تمام افعالِ قبیحہ کا ارتکاب حضرتِ حق جلّ مجدہٗ
کے لیے جائز مانا، کسی نے شیطان کے علم کو حضورِ اکرم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے علم سے زائد بتایا، کسی نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ پاک و مقدس کو
بچوں، پاگلوں جیسا، اور اُسکے برابر بتایا، کسی نے حیاتِ انبیاء کا انکار کیا، اور
کسی نے علمِ الٰہی کا کھلم کھلا انکار کردیا اور لکھکر چھاپ دیا کہ :-

"اور اللہ کو پہلے اُس سے کچھ بھی علم نہیں کہ وہ کیا کرینگے، بلکہ اللہ کو
انکے کرنے کے بعد معلوم ہوگا"۔ (بلغۃ الحیران ص ۱۵۸)

کہیں اپنے پیروں کو "رحمۃ للعالمین" بتایا گیا۔ غرض اس حنفیت کے برقع کے
اندر مختلف مکاتیبِ فکر نے جنم لیا۔ نجدیت، اعتزال، انکارِ ختمِ نبوت، اور
جواز "امکانِ خاتم النبیین" وغیرہا کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو کفر و شرک و بدعت میں
مبتلا بتانے کے لیے لکھو کھا اوراق سیاہ کیے گئے، اور تعظیم و توقیرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے مسلمانوں کو ہٹانے کے لیے کروڑوں جتن کیے گئے۔ کبھی میلاد کے مقدس جلسہ کو
کنھیّا کے سوانگ سے تشبیہ دی گئی، کبھی روشنی کو دیوالی اور ہندوں کے مشابہ بتایا
کبھی جلوسِ عیدِ میلاد کو شرک کہا گیا۔

ان مختلف الخیال مکاتیبِ فکر کو اگر دیکھا جائے، تو یہ ساری اُسی وہابیت
کے مختلف پوز ہیں جس نے ہند اور پاک میں حنفی چادر میں اپنا مونھ چھپاکر نئے نئے
فوٹو بنوائے ہیں، اسی کی ایک نئی شکل آجکل "جماعتِ اسلامی" کے روپ میں ہے

جو دونوں قسم کے گروہوں پر مشتمل ہے جو اسمٰعیلی بھی ہیں اور اسحاقی بھی۔

ہمارے وطنِ عزیز خداداد مملکت پاکستان میں میاں اسمٰعیل دہلوی کے مذکورہ خرافات اور مذہب نجدیہ کے پُرزور پرچار کرنے والے، مذہبی لبادہ اوڑھے، خالص ہوسِ اقتدار کی بھوکی جماعت اسلامی اور اسکے بانی ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔ انکی کتابیں بالعموم، اور کتاب "تجدید احیاءِ دین" بالخصوص اس نجدیت کی آئینہ دار ہیں، جس کا زندہ ثبوت حالیہ حصولِ اقتدار کیلیے کھلم کھلا دینی مسائل کے ساتھ استہزاء تھا۔ اور چونکہ انکے نزدیک بھی اپنے سوا کوئی پاکستانی مسلمان نہیں نظر آتا، اسلیے وہ صرف اور صرف اپنی جماعت کے ممبران کو مسلمان سمجھتے ہیں، باقی انکو بزعم خویش مسلمان ہی نظر نہیں آتے۔ اسلیے پاکستان کے باشندوں کا فرض ہے کہ وہ اِن مارِ آستیں، گندم نما جوفروش کی مکاریوں، عیاریوں سے ہوشیار رہیں، سلطنتِ خداداد پاکستان کے محبوب صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں اور مملکت کے دیگر حکمران طبقہ کا فرض ہے کہ وہ انکی ظاہری صورتوں پر نہ جائیں، بلکہ انکے قلبی عزائم کو ملحوظ رکھیں یہ لوگ کبھی بھی پاکستان کے بہی خواہ اور مخلص نہ ہوئے ہیں، اور نہ آئندہ ہوسکتے ہیں۔ انکی مذہبی اٹھان ہی یہ ہے کہ جو انکے نظریاتِ باطلہ کو قبول نہیں کرتا، وہ انکے نزدیک مسلمان ہی نہیں، اور جب وہ مسلمان نہیں، تو وہ کام جو گاندھی، نہرو، پٹیل نہیں کرسکے تھے، وہ یہ انکے نمک خوار کر رہے ہیں، اور پاکستان کی بنیادی اساس جو کہ اسلامی نظریہ پر ہے، اس پر ضرب کاری لگا رہے ہیں۔

ہم نے ۱۹۵۳ء میں ایک تجزیہ کیا تھا، اور ثابت کیا تھا کہ یہ دیوبند کی وہابیت چار فرقوں میں منقسم ہے، جنکے نام یوں تجویز کیے تھے:۔

۱۔ دیوبندی نجدیت	۲۔ دیوبندی اعتزال
۳۔ دیوبندی خارجیت	۴۔ دیوبندی دیوبندیت

انشاء اللہ کسی فرصت میں اس پر سیر حاصل تبصرہ کرینگے۔

پیشِ نظر چونکہ حضرت الشیخ سلیمان علیہ الرحمۃ کی کتاب "الصواعق الٰہیہ" ہے، اسلیے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کتاب مذکور عربی زبان میں تھی، اور اسے ۱۳۰۶ھ میں مصر نے شائع کیا تھا۔ رب تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مجاہدِ ملت، مخدوم العلماء علامۃ الحاج غلام معین الدین صاحب نعیمی ناظمِ اعلیٰ "موتمر علماءِ پاکستان" سلمہٗ کو کہ انھوں نے اُس کا اُردو ترجمہ کیا، اور ادارہ نعیمیہ رضویہ نے اسے شائع کیا۔ فقیر نے اسکے بعض مقامات پر توضیح کے لیے کچھ اشارات لکھے ہیں، جن سے کتاب کے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

یہ ترجمہ "الصواعق الٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ" کے نسخہ مطبوعہ مطبع نخبۃ الاخبار سے کیا گیا ہے، جسے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے دو شاہزادوں الشیخ عبدالرزاق مجددی اور الشیخ محمود مجددی علیہما الرحمۃ نے افادۂ عوام کیلیے شائع کیا، تو اس کا ترجمہ بھی اس صدی کے مجددِ برحق اعلیحضرت امام اہلسنت رضی اللہ عنہ کے دو خادموں اور غلاموں نے مسلمانانِ پاکستان کی رہنمائی کیلیے کیا رب کریم قبول فرمائے، اور مسلمانوں کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے اور فقیر غفرلہٗ المولی القدیر، و حضرتِ مترجم مدفیضہٗ کے لیے "سامانِ آخرت" اور توشۂ سعادت قرار دے۔ آمین

فقیر قادری محمد اعجاز الرضوی عفی عنہ
یکے از منتسبین سرکار اعلیحضرت قدس سرہ
صدر موتمر علمائے پاکستان و مہتمم مرکزی
دار العلوم "جامعہ گنج بخش" لاہور
۷۔ ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ

ترجمہ الصّواعق الالٰہیّہ فی الرّد علی الوہابیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد
ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ ارسلہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین
کلہ ولو کرہ المشرکون ۰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ الیٰ یوم الدین۔ اما بعد
یہ رسالہ سلیمان بن عبدالوہاب کی جانب سے حسن بن عیدان کی طرف ہے۔ سلامٌ
علیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ، وبعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ الآیہ

تمکو سزاوار ہے کہ تم ایسی اُمت بنو جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ، دین سراپا نصیحت ہے
تم نے میرے پاس متعدد خطوط بھیجے کہ تمہارے پاس وہ کونسی نصیحت ہے جس کی
بناء پر تم اپنے بھتیجے کے اقوال کا رد کرتے ہو؟ لہٰذا اب میں تمہیں وہ نصیحتیں بتاتا
ہوں، جنہیں میں نے اہلِ علم کے کلام سے سمجھا ہے۔ اب اگر تم انھیں مان لو تو یہی
مقصود ہے، والحمد للہ اور اگر تم انکار کرو، تو پھر بھی الحمد للہ، کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہٗ
کسی کو جبرًا معصیت میں نہیں ڈالتا، اسلیے کہ اُس کی ہر حرکت و سکون میں حکمت ہے
اب میں کہتا ہوں!

واضح رہنا چاہیئے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت
اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردیں، اور آپ پر
ایسی کتاب (قرآن) نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ

نے جو وعدہ فرمایا اُسے پورا کیا اور اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کر کے آخر زمانہ تک
جبوقت تمام مسلمانوں کی روحیں خدام تاز ہو نگی، ثابت کر دیا۔ اور حضور کی اُمت کو
بہترین امم بنایا، جیساکہ اُس نے اسکی خبر دی، ارشاد ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ
لِلنَّاس (تم پیدا کردہ تمام لوگوں میں بہترین اُمت ہو) اور اُنکو تمام لوگوں پر گواہ
بنایا۔ چنانچہ فرماتا ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی
النَّاسِ الآیہ۔ اسی طرح تمکو میانہ رو اُمت بنایا تاکہ تمام لوگوں پر گواہ بنو" اور
اُنھیں برگزیدہ کیا، جیساکہ فرمایا ھُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ
حَرَجٍ الآیہ۔ اللہ نے ہی تمکو برگزیدہ کیا اور تم پر دین میں دشواری نہ رکھی"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم سے پہلے ستر اُمتیں گذر چکی ہیں، اور تم
اُن سب میں بہتر اور مکرم ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ اور دلائل جو ہم بیان کرینگے وہ تو
بے شمار ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "یہ اُمت ہمیشہ سیدھی راہ
(مستقیم) پر قایم رہیگی یہانتک کہ قیامت قائم ہو" اسکی بخاری نے روایت کی۔
اور اس اُمت کی پیروی کو ہر ایک پر واجب قرار دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝

اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُسکے حال پر چھوڑ دینگے اور اُسے دوزخ میں داخل کرینگے، اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اور اس اُمت کے "اجماع" کو حجت قطعیہ قرار دیا، اور کسی کے لیے اس سے خروج
جائز نہ رکھا، اور جو کچھ ہم نے بیان کیا اُس کے دلائل ہر اُس شخص پر واضح ہیں
جسے ادنیٰ سا بھی علم دین کا شغف ہے۔

واضح رہنا چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لائے ہیں، جاہل کیلئے اپنی
رائے سے معلوم کرنا جائز نہیں، بلکہ اس پر واجب ہے کہ اہل علم سے دریافت کرے

فرمانِ الٰہی ہے :۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اگر تمہیں علم نہیں ہے تو اہل علم سے دریافت کرو ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب وہ جانتا نہ ہو تو دریافت کرے ۔ حقیقت یہ ہے کہ بے علمی کا علاج دریافت کرنا ہے ۔ یہ بات اجماعی ہے فرمایا انجام کار دریافت کرنا ہی ہے ۔ امام ابوبکر بہرمی فرماتے ہیں کہ تمام علماء کا متفقہ اجماع ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دین میں امام بنے یا مذہب مستقیم کا پیشوا، جبتک اُس میں یہ خصلتیں جمع نہ ہوں ۔ وہ خصائل یہ ہیں :۔

خصائل و شرائطِ امامت فی الدین

یہ کہ وہ لغات عرب اور اُنکے اختلافات، اور اُنکے معانی اشعار و اصناف کا حافظ ہو، اور علماء و فقہاء کے اختلافات کا عالم ہو، اور یہ کہ خود عالم و فقیہ ہونے کے ساتھ اعراب اور اسکے انواع کا علم ہو، اور کتاب الٰہی کا حافظ و عالم ہونے کے ساتھ اختلاف قرأت سے واقف ہو، اور اس میں اسکی تفسیر کا بھی علم ہو کہ کون محکم ہے اور کون متشابہ کون ناسخ ہے اور کون منسوخ، اور کون کون سے قصے ہیں، اور یہ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا بھی ایسا عالم ہو کہ وہ صحیح و سقیم، متصل و منقطع، مراسیل و مسانید اور مشاہیر کا امتیاز کر سکے ۔ اور احادیث صحابہ اور موقوف السند میں فرق کر سکے ۔ پھر یہ کہ وہ متقی، اپنے نفس کا محافظ، اور اُسکے ساتھی ثقہ ہوں، اور وہ اپنے دین و مذہب کی بنیاد کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھتا ہو ۔ لہٰذا جن میں یہ تمام خصلتیں جمع ہو جائیں، اُنکے لیے اُسوقت جائز ہوگا کہ وہ امام بنیں اور دوسروں کیلیے اُنکی تقلید جائز ہو، اور وہ دین میں اجتہاد کریں اور فتاویٰ دیں ۔ اور جبتک اس میں یہ تمام خصلتیں جمع نہ ہوں، یا اِن میں سے کوئی کم ہو، تو وہ اتنا ہی ناقص ہوگا، اُسکے لیے نہ امامت جائز ہوگی اور نہ لوگوں کا پیشوا بننا ۔ امام بہرمی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جبکہ اجتہاد و امامت کے لیے یہ شرائط ثابت و مقرر ہو چکے ہیں، تو اب ہر وہ شخص جس میں

یہ باتیں نہ ہوں، تو اُسے لازم ہے کہ وہ اُس شخص کی پیروی و اقتداء کرے، جس میں مذکورہ تمام شرائط و خصائل جمع ہوں "۔ اسکے بعد امام پیروی فرماتے ہیں کہ دین میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ مقلد اور مجتہد۔ علماء مجتہدین مخصوص بالعلم ہوتے ہیں، اور علم دین جو متعلق کتاب و سنّت اور اُس زبان سے جس میں یہ وارد ہوئی ہیں، ان سب میں مہارتِ تامّہ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جسے اتنا علم ہو کہ وہ کتاب و سنّت میں مہارت رکھے، اور انکے لفظوں کی حکمت جانے، اور احکام ثابتہ کی معرفت اور نسخ وغیرہ اور مقدم و موخر کے ثبوت کا علم رکھتا ہو، اُسکا اجتہاد صحیح ہوتا ہے، جو اس درجہ تک رسائی نہ رکھے، اُسے اسکی تقلید لازم ہے۔ اور جو مجتہد نہیں ہیں اُن پر فرض ہے کہ وہ ان سے مسئلہ دریافت کریں، اور انکی تقلید کریں۔ یہ ایسا مسلمہ مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، انتہیٰ۔ اے پڑھنے والے! انکے اس فرمان پر کہ "اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے" غور سے پڑھ!

اور ابنِ قیم[1] "اعلام الموقعین" میں کہتے ہیں کہ کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ براہ راست کتاب و سنّت سے مسئلہ اخذ کرے جبتک کہ اُس میں اجتہاد کے تمام شرائط اور تمام علوم کا علم جمع نہ ہوں۔ احمد بن منادی کہتے ہیں کہ کسی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ جب کوئی شخص ایک لاکھ حدیثیں حفظ کرلے تو کیا فقیہ ہو سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! فرمایا دو لاکھ حدیثیں حفظ کرنے پر بھی نہیں۔ فرمایا تین لاکھ حدیثیں حفظ کرنے پر بھی نہیں۔ سائل نے دریافت کیا، چار لاکھ حدیثیں حفظ کرنے پر؟ فرمایا ہاں! ابو الحسین بیان کرتے ہیں کہ میں نے دادا سے سوال کیا کہ امام احمد رحمہ اللہ کو کتنی حدیثیں حفظ تھیں؟ جواب میں فرمایا چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد جامع المنصور میں

---

[1] ابن قیم، اور ابن تیمیہ کا نام حضرت مصنف نے الزام حجت کے لیے ذکر کیا ہے۔ اسلیے کہ تمام اہلِ نجد جو ابن عبد الوہاب کے متبعین ہیں انھیں اپنا امام و مجتہد مانتے ہیں۔ ۱۲۔ الرضوی

لوگوں کو فتویٰ دینے کے لیے بیٹھا، اور میں نے اس مسئلہ کو بیان کیا، تو کسی نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا تم نے اتنی مقدار میں حدیثیں یاد کرلی ہیں، جو تم فتویٰ دینے لگے ہو؟ میں نے کہا نہیں، البتہ جن مجتہدین کو اتنی مقدار میں حدیثیں حفظ تھیں انکے قول وحکم پر فتویٰ دیتا ہوں۔ انتہیٰ

اگر ہم اسی طرح اُن تمام علماء کے اقوال بیان کرنا شروع کردیں، تو کتاب بہت طویل ہو جائیگی۔ طالبِ حق کے لیے اتنا ہی کافی ہے، البتہ میں نے اسے مقدمہ میں اسلیے بیان کردیا ہے کہ وہ بطور قاعدہ جان کر جو کچھ آگے بیان کرونگا اسی پر محمول کریں۔ بلاشبہ آج لوگ ابتلاء وآزمائش سے دوچار ہیں، کیونکہ بہت لوگوں نے کتاب وسُنّت سے انتساب کرکے ان کے علوم سے استنباط واجتہاد شروع کر رکھا ہے، اور وہ اس سے بیخوف ہیں کہ وہ کس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور جب ان سے اہلِ علم کے کلام کے مقابلہ میں معارضہ میں دلیل طلب کیجاتی ہے، تو وہ عاجز رہ جاتے ہیں، بلکہ وہ اپنے قول ومفہوم کو لوگوں پر زبردستی ٹھونسنے اور لازم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو انکی مخالفت کرتا ہے، اُسے وہ اپنے نزدیک کافر گردانتے ہیں۔ حالانکہ ان میں جو اہلِ اجتہاد کے شرائط وخصائل ہیں ایک شرط وخصلت بھی موجود نہیں ہوتی۔ یہی نہیں خدا کی قسم! ایک شرط وخصلت کا دسواں حصہ ان میں نہیں ہوتا۔ اسکے باوجود وہ اپنے خود ساختہ مفہوم وکلام کو جاہلوں میں پھیلاتے ہیں فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اور وہ ساری اُمت کو ایک ہی زبان سے پکارتے ہیں۔ اسکے علاوہ ان سب کو ایک کلمہ میں ہی جھڑا نہیں کہتے، بلکہ تمام کی تمام امت کو کافر وجاہل کہتے ہیں۔ اے خدا! ان گمراہوں کی ہدایت کر، اور انھیں راہِ حق کی طرف رجوع فرما۔ اس (مقدمہ تمہیدی گفتگو) کے بعد میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ	بلاشبہ اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے
اور فرماتا ہے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ	جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کا اتباع کیا وہ دین ہرگز ہرگز اس کا قبول نہ کیا جائے گا۔
اور فرماتا ہے فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ	پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قایم کریں اور

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ — اور زکوٰۃ ادا کریں، تو اُنکی راہ چھوڑ دو

اور ایک اور آیت میں ہے فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ، یعنی یہ ساری اُمت تمہارے دینی بھائی ہیں"۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ اہلِ قبلہ کے خون بہانے کو حرام بتاتی ہے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ تم خوارج کے مانند نہ ہو کہ اہل قبلہ کے بارے میں آیات کی تاویلیں کرنے لگو۔ حقیقت یہ ہے کہ خوارج نے اُن آیات کو جو اہل کتاب و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں، اپنی دانست میں اہلِ قبلہ کو مصداق بناکر اُن کا خون بہایا، اور اُنکے اموال کو لوٹا، اور اہلِ سُنّت وجماعت کو گمراہی کا حکم دے کر شہید کیا۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ جو کچھ قرآن میں نازل ہوا اُسکا علم حاصل کرو۔ انتہیٰ

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو شریر مخلوق خیال کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے جان بوجھ کر اُن آیات کا جو کفار کے بارے میں ہیں، مسلمانوں کو مصداق بنایا (رواہ البخاری) لہٰذا اسوقت اللہ تعالیٰ کی یہ نصیحت یاد دلاتے ہیں کہ فرمایا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ یعنی اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے"۔ اور صحیحین میں حدیث جبریل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام یہ ہے کہ وہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (الحدیث)

اور صحیحین میں سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ہیں، ایک یہ کہ گواہی دے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (الحدیث) کی، اور وفد عبد القیس کی حدیث میں ہے کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لاؤ۔ کیا تم جانتے ہو کہ وحدانیتِ الٰہی پر ایمان لانا کیا ہے؟ وہ یہ کہ گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ انکے سواء

ف۱: چنانچہ آجکل کے معتزلین نجدیہ و وہابیہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ کفار و مشرکین کے بارے میں جن آیات کو خاص کیا گیا ہے، یہ اولیائے کرام اور اہلِ سنت عوام چسپاں کرتے ہیں، اور بلاشبہ حدیث پاک انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین کے صحیح مصداق ہیں۔ ۱۲۔ الرفیدی

وہ تمام حدیثیں جنہیں اسلام کی تعریف، خدا اور رسول کی شہادت، اور دیگر ارکان سے کیگئی ہیں اور وہ صحیحین میں مذکور ہیں۔ اور یہ اُمت کا اجماعی مسئلہ ہے، بلکہ ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو دونوں شہادتیں اپنی زبان سے کہدے اُس پر اسلام کے احکام جاری ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں (کافر) لوگوں سے جہاد کروں۔ اور حدیث جاریہ میں ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ کہا آسمان میں، فرمایا میں کون ہوں؟ کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، اس پر ارشاد ہوا، اسے چھوڑ دو کہ یہ مومنہ ہے۔ یہ سب صحیحین میں ہیں۔ اور اس سبب سے بھی کہ حدیث میں ہے لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کے بارے میں زبان روکو۔ اسکے سوا اور بھی حدیثیں ہیں۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع کہ کافر جب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدے، تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے" انتہیٰ۔ اور اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ مرتد جسکی ردّت شرک سے ہو، تو اُس کی توبہ کلمۂ شہادت کہنے پر ہے۔ اب رہا جہاد کرنا تو اگر یہ امام کی متابعت میں ہو، تو لوگ اُسوقت تک جہاد کرینگے، جبتک وہ نماز قایم نہ کریں اور زکوٰۃ نہ دیں۔ اسکے مسائل وضاحت کے ساتھ اہلِ علم کی کتابوں میں مرقوم ہیں، جو حاصل کرنا چاہے پاسکتا ہے۔ فالحمد للہ علی تمام الاسلام

تکفیرِ مسلمین **فصل**:۔ جبکہ تم نے گزشتہ باتوں کو جان لیا، تو اب تمہارا اُن لوگوں کو کافر کہنا جنہوں نے اسکی شہادت دی کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے بندے اور رسول ہیں، نماز قایم کرتے، زکوٰۃ دیتے، رمضان کے روزے رکھتے، بیت اللہ کا حج کرتے، اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے اسلام کے تمام شعائر کے پابند ہیں، تم انکو کفار گردانتے ہو، اور اُنکے شہروں کو دار الحرب کہتے ہو۔ تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس میں تمہارا امام کون ہے؟ اور کس سے تم نے اپنا یہ مذہب حاصل کیا ہے؟ اس پر اگر تم یہ کہو کہ ہم انھیں کافر کہتے ہیں اسلیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا ہے، اور اُنہی لوگوں میں سے ہیں جو مشرک ہیں جو اللہ کے ساتھ شرک کرے کیا وہ کافر نہیں ہوتا؟ اس لیے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ الآیہ "بلاشبہ جو شرک کرے اُسے اللہ نہیں بخشتا"۔ اور اسی معنی کی اور بھی آیات ہیں۔ اور بلاشبہ اہلِ علم نے مکفرات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کو بھی شمار کیا ہے۔ تو ہم اسکے جواب میں کہینگے کہ آیتیں بھی حق ہیں، اور اہلِ علم کا کلام بھی حق ہے، لیکن اہلِ علم، الشرک باللہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک گردانے کا اِدعا بھی کرنے، جسطرح مشرکین کہتے ہیں کہ هٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا، یہ اصنام ہمارے خدا کے شریک ہیں"۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا "اور کیا بات ہے کہ ہم تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جنکو تم گمان کرتے تھے کہ یہ تمہارے شریک ہیں۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ "اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تکبر کرتے ہیں اور ایک خدا کے سوا بہت سے خدا بنا لیتے ہیں"۔ اور اسکے سوا وہ تمام باتیں قرآن کریم اور سنتِ نبی کریم اور اہلِ علم کی کتابوں میں مذکور ہیں، لیکن یہ تفاصیل تو انکے لیے ہے جو تم سے جدا ہو کر ایسا کرے اور وہ شرک ہو، اور اسلام سے اپنے آپ کو نکال لے۔ لیکن وہ تفصیل جس کا تم استنباط کرتے ہو، اور جو مفہوم تم بتاتے ہو، وہ تمہیں کہاں سے معلوم ہو گئیں۔ بلاشبہ تم سے پہلے ساری اُمت میں سے کوئی ایسا نہ گزرا جس نے تمہاری استنباط کو جائز رکھا ہو۔ کیا تمہارے لیے اس بارے میں اجماع کی رہنمائی ہے؟ یا ایسی کوئی تقلید ہے جسکی تقلید جائز ہو؟ اسکے باوجود کسی مقلد کیلیے یہ جائز نہیں ہے کہ اگر اجماعِ اُمت نہ ملے تو اُسکے متبوع کے قول پر کافر کہدے۔ لہٰذا یہ تم واضح کرو کہ تم نے اپنا یہ مذہب کہاں سے حاصل کیا ہے؟ تمہارا ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ عہد و میثاق ہے کہ اگر تم نے ہم پر اپنا حق ہونا واضح کر دیا، تو اُسکی طرف رجوع ہونا واجب ہوگا، اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم حق کا ضرور اتباع کرینگے۔ اب اگر تمہارے مفہوم کی مراد وہی ہے جو گزری، تو نہ ہمارے اور نہ تمہارے لیے، نہ ہی اُس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے جائز

کہ اُسے اخذ کرے۔ اسکے باوجود ہم اس اسلام کی جبکے لائے ہوئے پر اُمت کا اجماع ہے تکفیر نہیں کرتے، لہٰذا وہ مسلم ہے۔ اب رہی شرک کی بات! تو اُس اسلام میں خواہ شرکِ اکبر ہو، یا شرکِ اصغر۔ اور اس میں کبیر ہو، یا اکبر۔ خواہ اس میں وہ ہو جس سے اسلام سے نکل جائے، خواہ اس میں وہ نہ ہو جس سے اسلام سے نہ نکلے، یہ اسلام کل کا کل اجماع سے ہے۔ اب رہی یہ تفصیل کہ کونسی بات اسلام سے نکالتی ہے، اور کونسی بات اسلام سے نہیں نکالتی، تو اس میں اُن ائمۂ اہلِ اسلام کے بیان کی احتیاج ہے جنھیں اجتہاد کی تمام شرطیں مجتمع ہیں۔ اب اگر وہ کسی ایسے امر پر اجماع کریں، جس سے نکلنے کی کسی کو گنجائش نہ ہو، یا وہ اختلاف کریں، تو اس امر میں گنجائش ہوتی ہے۔ اب اگر تمہارے پاس اہلِ علم کا واضح بیان ہے، تو ہم پر واضح کرو، ہم سنینگے اور اطاعت کرینگے۔ ورنہ ہم پر اور تم پر اصل مجمع علیہ سے اخذ، اور سبیلِ مومنین کا اتباع واجب ہے۔

اور تم اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے بھی حجت پکڑتے ہو، ارشاد باری ہے ؛۔

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ	اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل ضائع ہو جائینگے

اور انبیاء[1] کے بارے میں حق تعالےٰ کا یہ ارشاد کہ

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔	اور اگر انھوں نے شرک کیا، تو یقیناً وہ جو عمل کرتے تھے ضائع گئے۔
اور ارشاد باری ہے وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا	اللہ تمہیں حکم نہیں دیتا کہ فرشتوں اور نبیوں کو ارباب بناؤ۔

جواب میں ہم کہینگے کہ یہ سب حق ہے اور ان پر ایمان رکھنا واجب ہے، لیکن تمہارے لیے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ مسلمان جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے، جب وہ غائب یا مُردہ کو پکارے، یا اُسکے لیے نذر دے، یا غیر اللہ کے لیے ذبح کرے،

---

[1] یہ بطور تعلیق بالمحال، فرمایا گیا ہے، اسلیے کہ انبیاء علیہم السلام کا صغائر و کبائر سے معصوم ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔ ۱۲۔ الرضوی

یا کسی قبر کو مسح کرے، یا اُسکی مٹی لے، تو یہ ایسا ہی شرکِ اکبر ہوتا ہے، جسکے کرنے سے اُسکے عمل اکارت ہوں اور اُسکا مال اور خون بہانا حلال بنا دے، اور یہ وہی مراد ہے جسے اللہ سبحانہ نے ان آیتوں میں یا انکی مثل دوسری آیتوں میں بیان فرمایا ہے؟

اب اگر تم یہ کہو کہ کتاب وسنت سے ہم نے یہی سمجھا ہے، تو ہم کہینگے کہ تمہاری سمجھ کا کیا اعتبار! یہ تو نہ تمہارے لیے جائز، اور نہ کسی مسلمان کے لیے جائز کہ تمہارے مفہوم کو اخذ کرے۔ اسلیے کہ ساری اُمت کا اس پر اجماع ہے، جیسا کہ گزرا کہ استنباط مطلقاً اہلِ اجتہاد پر مرتب ہوتا ہے۔ اسکے باوجود اگر کسی شخص میں شروطِ اجتہاد جمع بھی ہو جائیں تب بھی کسی پر یہ واجب نہیں ہے کہ اُسکی بات کو بغیر غور وفکر کے مان لے۔ شیخ تقی الدین فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے کسی امام کی ذات کو ہی واجب الاطاعت بنا لیا بغیر غور کیے تو اُس سے توبہ کرائی جائے، پھر اگر وہ توبہ کرلے، تو بہتر، ورنہ قتل کر دیا جائے۔" انتہیٰ

اب اگر تم یہ کہو کہ یہ بات ہم نے بعض اہلِ علم سے لی ہے، جیسے ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیّم، کیونکہ انھوں نے اس کا نام "شرک" رکھا ہے، تو ہم جواب میں کہینگے کہ یہ درایت ہے۔ اور ان بڑوں کے ماننے پر ہم تمہاری موافقت بھی کرینگے کہ اُنھوں نے اسے شرک کہا، لیکن وہ ایسا نہیں کہتے، جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تم تو کہتے ہو کہ یہ ایسا شرکِ اکبر ہے جو اسلام سے نکال دیتا ہے، اور جن شہروں میں وہ رہتے ہیں اُن پر مرتدین کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ بلکہ تمہارے نزدیک تو جو اُنکی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے، اور اُسکے اوپر مرتدین کے احکام جاری ہوتے ہیں، لیکن تمہارے ان اکابر نے انھیں بیان کرکے کہا کہ یہ شرک ہے، اور اس پر انھوں نے شدت بھی کی اور اس سے باز رہنے کی مخالفت کی، لیکن جو کچھ تم کہتے ہو، اسکا دسواں حصّہ بھی انھوں نے نہیں کہا۔ تم تو اُنکے قول سے وہ بات لیتے ہو، جو تمہارے سوا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے، بلکہ اُنکے کلام سے صرف اتنا مترشح ہوتا ہے کہ یہ تمام افعال ایسے شرکِ اصغر ہیں کہ بعض مقدیروں پر بعض افراد پر انکے حال وقال اور نیت وفہم کے

اعتبار سے "شرکِ اکبر" بھی ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہ خود انھوں نے ہی بعض مقامات پر اپنے
کلام میں ذکر کیا ہے کہ اِن سے اسوقت تک کافر نہیں ہوتا، جبتک کہ دلائل سے یہ بات
ثابت نہ ہو جائے کہ اسکا تارک کافر ہو جاتا ہے، جیسا کہ آئندہ انکے کلام میں مفصل بیان
ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن تم سے صرف اتنا ہی مطالبہ ہے کہ تم اہلِ علم کے کلام کی طرف
رجوع ہو، اور جو حدیں انھوں نے مقرر فرمائی ہیں، اُن حدوں پر قائم رہو، اور تجاوز نہ کرو۔
بلا شبہ ہر اہلِ علم نے ہر مذہب اور اُنکے اُن اقوال وافعال کو بیان فرمایا ہے جن سے
مسلمان مُرتد ہو جاتا ہے، مگر کسی نے یہ نہیں کہا کہ جس نے غیر اللہ کی منت ونذر مانی
وہ مرتد ہو گیا۔ اور نہ یہ کہا کہ جس نے غیر اللہ سے مانگا وہ مُرتد ہو گیا۔ اور نہ یہ کہا کہ
جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا وہ مُرتد ہو گیا۔ اور نہ یہ کہا کہ جس نے قبر کو چھوا، یا بوسہ دیا
یا اسکی مٹی لی وہ مُرتد ہو گیا، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو۔ اب اگر تمہارے پاس اسکی کوئی
دلیل ہے تو بیان کرو۔ علم کو چھپانا جائز نہیں ہے۔ مگر تم تو اپنے خود ساختہ مفہوموں پر
اعتماد کر رہے ہو، اور اجماع سے جدا ہو کر اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی سب کی
تکفیر یہ کہکر کرتے ہو کہ جس نے یہ کام کیئے بس وہ کافر ہو گیا، اور جس نے اُنکی تکفیر نہ کی
وہ بھی کافر ہو گیا۔ حالانکہ ہر خاص وعام کو معلوم ہے، اس قسم کی باتوں سے مسلمانوں
کے تمام شہر بھر پور ہیں، اور ان شہروں کے اہلِ علم خوب جانتے ہیں کہ یہ باتیں مسلمانوں
کی آبادیوں میں سات سو سال سے زیادہ سے رائج ہیں۔ بلا شبہ ان کاموں کے نہ کرنیوالے
اہلِ علم حضرات، ان کاموں کے کرنیوالوں کی تکفیر نہیں کرتے، اور نہ اُن پر مُرتدین کے
احکام جاری کرتے ہیں، بلکہ اُن پر مسلمانوں ہی کے احکام نافذ کرتے ہیں، بخلاف
تمہارے قول کے۔ تم تو مسلمانوں کے شہروں، اور انکے سوا دیگر شہروں کے مسلمانوں
پر کفر ورِدّت کا حکم جاری کرتے ہو، اور مسلمانوں کے شہروں کو دار الحرب قرار دیتے ہو
یہاں تک کہ تم حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ) کو بھی دار الحرب کہتے ہو (العیاذ باللہ)
حالانکہ احادیثِ صحیحہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ خبر دی ہے کہ

یہ دونوں شہر (مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ) ہمیشہ اسلامی شہر (دار الاسلام) رہینگے، اور یہ کہ ان دونوں میں کبھی بت پرستی نہ ہوگی، حتیٰ کہ دجّال بھی آخر زمانہ میں تمام شہروں میں پھریگا، مگر حرمین شریفین میں داخل نہ ہوسکے گا، جیسا کہ اسی رسالہ میں تم جان جاؤگے لہٰذا تمہارے نزدیک یہ تمام شہر بلادِ حرب یعنی دار الحرب ہیں، اور اسکے رہنے والے کافر ہیں کیونکہ بقول تمہارے بت پرست ہیں، اور تمہارے نزدیک یہ سب کے سب ایسے مشرک ہیں جس سے ملّتِ اسلامیہ سے نکل جاتے ہیں۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

خدا کی قسم! یہ اللہ اور اسکے رسول اور مسلمانوں کے تمام علماء سے کھلا مجادلہ اور جنگ ہے۔ لہٰذا یہ بات کہ محض نذر وغیرہ امور کی بناء پر پوری شدت کے ساتھ ساری اُمتِ مرحومہ کو کافر گردانتے ہو، ہم اسے بہت بڑی جرأت دلیری کی جانتے ہیں۔ باوجود اسکے ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم دونوں نے اپنے اپنے کلاموں میں واضح تصریح کی ہے کہ یہ باتیں شرک کی اُن قسموں میں سے نہیں ہیں، جنکی بناء پر ملّت سے نکل جائیں، بلکہ اپنے کلاموں میں تصریح کی ہے کہ شرک کی ایک قسم وہ ہے جو ان سے بہت زیادہ اعظم واکبر ہے، اس اُمت میں سے جو ایسے کام کرتے ہیں، اور وہ اس میں مبتلا ہیں، باوجود اسکے ہم اُن کی تکفیر نہیں کرتے۔ جیسا کہ اسی رسالہ میں اُنکے کلام کے ضمن میں انشاء اللہ آئے گا۔

نذر کی حقیقت

اب رہی نذر ونیاز ماننے کی حقیقت! تو اس بارے میں ہم شیخ تقی الدین اور ابنِ قیم کا کلام بیان کرتے ہیں، کیونکہ یہی دونوں ہیں جنھوں نے اس میں شدت برتی اور اس کا نام "شرک" رکھا ہے۔ لو اب سنو!

شیخ تقی الدین کہتے ہیں کہ قبور سے اور اہلِ قبر سے نذر[1] ماننا، مثلاً ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے، یا کسی فلاں شیخ سے نذر ماننا، تو ایسی نذر ماننا معصیت ہے۔ اس نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے، اور جتنی نذر مانی ہے اتنا مال مستحق فقراء پر صدقہ کردینا، یا صالحین کو

---

[1] اس سے مراد نذر فقہی ہے، اور نذر عُرفی تو جائز ہے جیسا شاہ رفیع الدین صاحب کے رسالہ نذور سے واضح ہے۔ اور حضرت شیخ نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں جائز قرار دیا ہے۔ ۱۲۔ الرضوی

دیدینا، یہ اللہ کے نزدیک اسکے لیے بہتر اور زیادہ نفع دینے والی ہے۔ انتہیٰ

اب اگر نذر ماننے والا انکے نزدیک کافر ہوتا، تو صدقہ دینے کا حکم نہ فرماتے، کیونکہ کافر کا
صدقہ سرے سے ہی نامقبول ہے، بلکہ اسکے سوا تجدیدِ اسلام کا حکم دیتے، اور کہتے کہ تم
غیراللہ سے نذر ماننے کی وجہ سے اسلام سے نکل چکے ہو۔

اور یہی شیخ یہ بھی کہتے ہیں کہ "جس نے کنوئیں پر یا مقبرہ پر یا پہاڑ یا درخت پر چراغ
جلانے کی نذر مانی یا اسکے لیے کوئی اور نذر مانی، یا وہاں کے رہنے والوں کیلیے نذر مانی
تو یہ جائز نہیں ہے، اور نہ اس نذر کا ایفاء جائز ہے۔ اور اسے ایسے کاموں کی طرف
سے جس کا خدا کی طرف سے نہ ہونا معلوم ہو پھیرا جائے"۔ انتہیٰ اب اگر نذر ماننے والا
کافر ہو جاتا، تو نذر سے پھیرنے کا حکم نہ دیتے، بلکہ اسکے قتل کرنے کا حکم دیتے۔

اور یہی شیخ یہ بھی کہتے ہیں کہ "جس نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پہ
سونے چاندی کی قندیل آویزاں کرنے کی نذر مانی، اسے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
زیرِ سایہ لوگوں کی طرف پھیرا جائے"۔ انتہیٰ انکے اس کلام پر غور کرو کیا اس کے
کرنے والے کو کافر کہا؟ یا جو اسے کافر نہ کہے اسے بھی کافر کہا؟ یا اسے مکفرات میں شمار کیا
انھوں نے یا انکے سوا کسی اور اہلِ علم نے ایسا کہا، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو، اور خرقِ
اجماع کرتے ہو۔ حالانکہ ابنِ مفلح نے "الفروع" میں اپنے استاذ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ
سے نقل کیا کہ غیراللہ کیلیے نذر ماننا، مثلاً کسی خاص بزرگ کیلیے نذر مانی، یا استدعا و
استغاثہ اپنی کسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے کی، تو وہ گویا ایسا ہے جیسے کسی غیراللہ کی
قسم کھائی۔ اور کہا غیراللہ کے لیے نذر ماننا معصیت ہے۔ انتہیٰ۔ اب اس شرطِ مذکور
کی طرف غور کرو، یعنی اس نے استغاثہ کے لیے نذر مانی تھی، تو شیخ نے ایسی نذر کو
غیراللہ کی قسم کھانے کی مانند بتایا، اور انکے سوا دیگر اہلِ علم اسے نذرِ معصیت قرار
دیتے ہیں۔ کیا انھوں نے ویسا ہی کہا جیسا کہ تم اس فعل کے کرنے والے کو کافر کہتے ہو
اور جو اسے کافر نہ کہے اسے بھی کافر کہتے ہو۔ اے خدا اس گمراہ قول سے تیری پناہ مانگتے ہیں

اسی طرح ابن قیم نے نذر لغیر اللہ کو اقسام شرک کے شرک اصغر کی فصل میں ذکر کیا، اور انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جسے احمد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ نذر اسکی قسم ہے، اور انکے سوا ان تمام لوگوں نے جو اسے شرک کا نام دیتے ہیں، اور اسی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں، انھوں نے اس فعل کو شرک اصغر میں ہی بیان کیا۔

ذبح لغیر اللہ کی حقیقت

اب رہی یہ بات کہ غیر اللہ کے لیے کسی جانور کو ذبح کیا جائے تو بلا شبہ اسکا ذکر باب المحرمات میں ہے نہ کہ مکفرات کے بیان میں، بجز اس جانور کے جو بتوں کے لیے، یا اس باطل معبود کے لیے جو اللہ کے سوا ہیں مثلاً سورج، چاند، ستارے وغیرہ انکے لیے ذبح کیا جائے۔ اور شیخ تقی الدین نے اسے محرمات میں گنایا ہے، اور اسکے کرنے والے کو ایسا ملعون کہا ہے جیسے کوئی زمین کی روشنیوں کو بدلے، یا کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے۔ عنقریب ان کا کلام انشاء اللہ آنے والا ہے۔ اسی طرح دیگر اہل علم نے مَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ (وہ جانور جو غیر خدا کے لیے ذبح کیا جائے) کے ضمن میں ذکر کیا ہے، اور اسکے کرنیوالے کی ممانعت کی ہے اور اسکی تکفیر نہیں کی۔ اور شیخ تقی الدین نے کہا ہے کہ یہ ایسا ہی عمل ہے جیسے مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ اسے بزرگی دے کہ جاہل لوگ کرتے رہے ہیں اور دوسرے شہروں کے مسلمان کرتے ہیں۔ مثلاً جن کے لیے جانور ذبح کرنا، اور اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے لیے ذبح کیے ہوئے جانوروں سے منع فرمایا ہے۔" انتہیٰ حالانکہ شیخ نے اس فعل کے کرنے والے کو یہ نہیں کہا کہ وہ کافر ہے بلکہ جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو۔ لیکن ایک سوال غیر اللہ کے ضمن میں پوچھا گیا جسکی شیخ تقی الدین نے اسطرح تفصیل بیان کی کہ اگر کوئی سائل مجیب سے یوں سوال کرے کہ گناہوں کا بخشنے والا، جنت میں داخل کرنے والا، دوزخ سے نجات دینے والا، بارش برسانے والا، درخت اگانے والا یا اسکی مثل وہ خصوصیتیں جو ربوبیت کی شان ہیں کسی کے لیے کہے، تو یہ شرک وضلال ہوگا اس سے توبہ لیجائیگی۔ اب اگر توبہ کرلے، تو فبہا ورنہ قتل کیا جائیگا۔ لیکن کسی ایسے شخص معین

کی جو اس فعل کا کرنیوالا ہو تکفیر نہیں کیجائے گی، جبتک کہ اُس پر ایسی حجت قائم نہ ہو جائے جسکے تارک پر تکفیر ہوتی ہو۔ عنقریب ان کا کلام انشاء اللہ آنے والا ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ "الاقناع" میں ان کا بیان ہے کہ جو کسی کو بندہ اور خدا کی عبادت کے درمیان وسیلہ بنائے، اُسے پوجے، اُس سے سوال کرے اور اُس پر بھروسہ کرے، تو یہ اجماعاً کفر ہے۔ جواب میں کہونگا کہ یہ درست ہے، لیکن مصیبت یہ ہے کہ اہلِ علم کے کلام کو سمجھتے نہیں! اگر تم انکی عبارتوں کو بغور سوچو، تو تم جان لو کہ جو تم عبارتوں کی تاویل کرتے ہو، وہ انکے مقصود کے برعکس ہے۔ لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ انکے واضح کلام کو تو چھوڑ دیتے ہو، اور مجمل و مختصر عبارتوں کو مذہب بنا لیتے ہو، اور ان سے اہلِ علم کے کلام کے خلاف استنباط کر لیتے ہو۔ پھر یہ گمان کر لیتے ہو کہ تمہارا یہ کلام و مفہوم اجماعی ہے، کیا تم سے پہلے ان عبارتوں سے کسی نے تمہاری طرح کا مفہوم اخذ کیا ہے؟ اے سبحان اللہ تم اللہ سے ڈرتے نہیں!

اب تم انکی عبارت پر غور کرو، اُنھوں نے لکھا یدعوھم (انھیں پوجے) ویتوکل علیہم (اور اُن پر بھروسہ کرے) وَیَسْأَلُھُمْ (اور اُن سے سوال کرے) کسطرح واؤ کے عطف کے ساتھ لائے، اور دعا و توکل اور سوال کو کسطرح ملایا ہے کیونکہ "دعا" لغتِ عرب میں مطلق عبادت، اور "توکل" دل کا عمل، اور "سوال" وہ طلب ہے جسکو آپ دعا کہتے ہیں، اور انھوں نے اس عبارت میں یہ نہیں کہا کہ "یا وہ ان سے سوال کرے" بلکہ دعا، توکل، اور سوال، تینوں کو یکجا جمع کیا ہے، اور اب تم صرف ایک "سوال" پر ہی کافر گردانتے ہو۔ تمہارا یہ مفہوم و خیال اس عبارت میں کہاں ہے؟ علاوہ بریں یہ کہ اسی شیخ نے اس عبارت کو اور اسکی اصلیت کو متعدد جگہ اپنے کلام میں ظاہر کیا ہے۔

یہی حال ابن قیمؒ کا ہے کہ انھوں نے اسکی اصلیت واضح کی ہے کہ شیخ کہتے ہیں کہ صابئہ مشرکین میں سے کچھ وہ لوگ ہیں، جو اسلام کی بعض باتوں کا اظہار کرتے ہوئے ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں، اور گمان رکھتے ہیں کہ وہ انکی حاجتوں کو سنتے ہیں، وہ

انھیں سجدہ کرتے، اور انکے لیے قربانی کرتے، اور انھیں پوجتے ہیں، تو انھوں نے ان منتسبین الی الاسلام کے بعض لوگوں کو مشرکین کے مذہب کے صابئہ کی قسم میں شمار کیا ہے اور مشرکین براہمہ ستاروں کی پرستش کو فرض جانتے ہیں، اور یہی وہ جادوگر ہیں جنکے مذہب پر کنعانی لوگ تھے، اور انکے بادشاہوں کے معارضہ و مجادلہ کے لیے اللہ تعالے نے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ کو حنیفیت ملت ابراہیم اور اخلاص فی دین اللہ کے ساتھ مبعوث فرمایا، یہ آجتک موجود ہیں۔ اور ابن قیم کہتے ہیں کہ اس قسم کے لوگ اقرار کرتے ہیں کہ جہان کا بنانے والا ہے، جو فاضل، حکیم، مقدس عن العیوب والنقائص ہے، لیکن اسکے جلال وعظمت کی وجہ سے ہم اسکے مواجہ میں آنیکی کوئی راہ نہیں پاتے، بجز وسائط و وسائل کے۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ اسکی قربت ان وسائط و وسائل روحانیہ کے ذریعہ حاصل کریں جو اسکے قریب ہیں۔ اب چونکہ ہم اسکی قربت چاہتے ہیں، تو انکے ذریعہ اسکا تقرب پاتے ہیں، تو یہ ہمارے ارباب، ہمارے معبود، اور ہمارے شفیع رب الارباب اور معبودوں کے معبود کے حضور ہیں تو ہم انکی پرستش اسی لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا تقرب اور اسکی نزدیکی دلادیں۔ اسوقت ہم ان سے اپنی حاجتوں کو سوال کرتے ہیں، اور ان پر اپنے احوال پیش کرتے ہیں، اور اپنے تمام امور میں انکو نصب کرتے ہیں، تو یہ اپنے اور ہمارے معبود کے حضور سفارش کرتے ہیں، اور یہ بات استمدادِ روحانی کے ذریعہ ہی حاصل ہوتی ہے۔ تو ایسا تضرع و پرستش، بخیث و قربانی اور بخورات وغیرہ سب کے سب ایسے کفر اصلی ہیں، جنکے مٹانے کے لیے تمام رسول تشریف لائے، انکی پہلی تعلیم یہی تھی کہ اس اللہ کی پرستش کرو جو وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے، اور اسکی تکفیر کرو، جو خدا کے سوا کسی دوسرے کی پرستش کرتا ہے اور دوسری تعلیم رسولوں کی یہ تھی کہ اللہ کے تمام رسولوں اور جو کچھ وہ اللہ کے پاس سے لائے ہیں، اسکی تصدیق و اقرار اور اطاعت کرکے ایمان لاؤ۔" یہ مقام ابن قیم کا کلام جو ختم ہوا۔

تو اب انکی عبارت میں وسائط و وسائل مذکورہ پر نظر و فکر کرو، تم کسطرح اسے

اسکے غیر محل پر محمول کرتے ہو۔ یہ تعجب والی بات نہیں ہے کہ تم خدا کے کلام، اسکے رسول کے فرمان، اور ائمہ اسلام کے ارشادات کو غیر محلِ صحیح پر محمول کرنے کے علاوہ اجماعِ امت کو توڑتے ہو۔ اور یہ سب سے زیادہ عجیب بات نہیں کہ تم ان عبارتوں سے وہ استدلال کرتے ہو جو انکے مذکورہ کلام کے بالکل خلاف و برعکس ہے۔ اور جو نقل ہوا ہے، عین مسئلہ میں وہ کسقدر صریح ان کا کلام ہے۔ اور کیا تمہارا ایسا ہی عمل ہے؟ تم تو صرف متشابہ پر عمل کرتے ہو، اور محکم کو چھوڑ دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں نفس کی خواہشوں کی پیروی سے بچائے۔

تبرک، قبر کو چھونے اور مٹی لینے اور طواف کرنے کی حقیقت

بلاشبہ اس کا ذکر اہلِ علم میں سے بعض نے مکروہات میں، اور بعض نے محرمات میں کیا ہے، لیکن ان میں سے کسی اہلِ علم نے ایسا نہیں کہا کہ ان فعلوں کا کرنے والا مرتد ہے، جیساکہ تم لوگ کہتے ہو بلکہ اس فعل کے کرنیوالے کو جو کافر نہ کہے، اُسے بھی تم کافر کہتے ہو۔

مذکورۃ العنوان مسائل کتبِ فقہ میں "کتاب الجنائز" کے تحت دفن و زیارت المیت کی فصل میں تحریر ہیں۔ اگر تم واقفیت چاہتے ہو، تو جیساکہ میں نے بیان کیا ہے تو کتبِ فقہ فروع و اقناع وغیرہ کا مطالعہ کرلو۔ مگر تم تو ان کتابوں کے مصنفوں کی بھی بہت زیادہ تبرائی کرتے ہو۔ لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئیے کہ یہ حضرات اپنے خود ساختہ نفسانی مذہب کو نہیں بیان کرتے ہیں، بلکہ ان ائمہ ہدیٰ میں سے جنکی ہدایت و درایت پر امت مجتمع ہو چکی ہے۔ امام احمد بن حنبل اور انکے متبعین کے مذہب کو بیان کرتے ہیں۔ اب تمہارا انکار بجز عناد کے کچھ نہیں ہے اور تمہارا مراتب علیا اور بغیر تقلید ائمہ ہدیٰ کے ادلہ سے اخذ کرنیکا ادعا کرنا بلاشبہ یہ خرقِ اجماع ہے

تحقیق مسائل بطرز عجیب

فصل ۱:- اس تقدیر پر جیساکہ تم گمان کرتے ہو کہ یہ امور یعنی نذر وغیرہ کفر ہیں، تو ہم ایک اور اصل و قاعدہ

بیان کرتے ہیں، جو اہلِ سنّت وجماعت کے اصول میں سے مجمع علیہ ہے۔ جس کا ذکر شیخ تقی الدین اور ابنِ قیّم نے اہلِ سنّت وجماعت سے کیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر اس امت میں سے کوئی جاہل وخطاکار کوئی کفریہ یا شرکیہ عمل کرے، تو اسکے کرنیوالے کو کافر ومشرک نہیں کہینگے اور اسکے جہل وخطا کو عذر قرار دینگے، تاوقتیکہ اسکے بیان واضح[1] سے ایسی حجت قائم نہ ہو جائے جسکے تارک پر کفر لازم آجائے، اور اس میں ذرہ بھر التباس وشبہ نہ رہے، یا وہ انکار کرے ایسی بات کا جس کا دین اسلام میں سے ہونا بداہۃً معلوم ہو، اور اسکے واضح قطعی اجماع پر ساری امت مجتمع ہو، اور ہر مسلمان بغیر نظر وتامل کے جانتا ہو کہ یہ دین اسلام سے ہے۔ جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ آرہا ہے، اور اس کی مخالفت بجز اہلِ بدعت کے کوئی نہیں کرے گا۔

اب اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ بَعْدَ اِیْمَانِہٖ الآیہ یعنی مگر وہ شخص جو اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے" یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے جبر واکراہ کے ذریعہ کلمۂ کفر ادا کرنے پر مجبور ہو کر منھ سے بولدیا تھا

جواب میں کہونگا کہ یہ آیت حق ہے، یہ تو تم پر ہی حجت ہے، نہ کہ ہمارے لیے!

بلاشبہ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بدگوئی کی اور آپ کے دین سے اظہارِ نفرت کیا، اور یہ اجماعًا کفر ہے، اسے ہر مسلمان جانتا ہے۔

---

[1] جیسے کسی نبی ورسول کی جناب میں ادنیٰ گستاخی ایسا فعل ہے جس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ وہ شخص جو کسی نبی ورسول کی توہین کرے، یا اشارۃً وکنایۃً ایسی بات کہے جو توہین آمیز ہو وہ قطعًا یقینًا کافر خارج از اسلام ہے، اور اس پر ائمۂ ضلال کا بھی فتویٰ ہے کہ توہین نبی کفر ہے اور اس میں جہل وخطا کا عذر نامقبول ہے۔ اسی بناء پر حرمین شریفین اور دیگر بلادِ اسلامیہ مصر وشام، عراق وایران، افغانستان، ہند اور پاکستان کے علماء نے بعض ان کفرہ کی نشان دہی کی ہے جنھوں نے حضرت حق جلّ وعلیٰ وحضرت رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جنابِ قدسیہ میں گستاخیاں بے ادبیاں کیں، جن سے اجتناب عوام وخواص کو لازم ہے، جیسا کہ "حسام الحرمین" "الصوارم الہندیہ" اور "المعتقد" وغیرہا کے مطالعہ سے معلوم ہو سکے گا۔ ۱۲۔ الرضوی

اسکے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو معذور گردانا جنھوں نے اس کلمۂ کفر کو جبراً کرہاً مونھ سے بولا۔ اور ان سے مواخذہ نہ فرمایا، لیکن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اُن لوگوں کو کافر ہی کہا جنھوں نے انشراحِ صدر یعنی خوش دلی سے یہ کلمۂ کفر بکا۔ اور وہ جو اسے جانتا ہو اور اس سے راضی ہو، اور ایمان پر اُسے اختیار بھی ہو، اور اس سے نادان بھی نہ ہو، آیتِ کریمہ میں اُسی کو کافر کہا ہے۔ یہ اُن مسائل میں سے ہے جن پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اسے اپنی کتابوں میں نقل کرتے رہے ہیں، اور ہر وہ مسئلہ جسکو "مکفرات" میں شمار کر کے بیان کیا ہے۔ لیکن وہ امور جنکی بنا پر تم مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، تم سے پہلے کسی بھی اہلِ علم نے تکفیر کی طرف سبقت نہیں کی ہے، اور نہ اُنھوں نے "مکفرات" کے ضمن میں بیان کیا ہے، بلکہ ان کا تذکرہ اقسامِ شرک کی ایک صنف میں کیا ہے، اور بعض نے "محرمات" کے ضمن میں بیان کیا ہے، اور ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ ان امور کا کرنے والا کافر ہے، مرتد ہے، اور نہ ان پر اس آیتِ کریمہ سے حجت پکڑی ہے۔ جیسا کہ تم حجت پکڑتے ہو۔ لیکن تمہارا ان آیتوں سے استدلال کرنا عجیب نہیں ہے، جو اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئیں کہ اِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُونَ (جب اُن سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو تکبر کرتے ہیں) وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ (اور وہ کہتے ہیں، کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہو جائیں، یقیناً یہ شاعر دیوانہ ہے) اور وہ لوگ جب ان سے کہا جاتا أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللّٰهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ (کیا تم اسکی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے) اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ (اے خدا اگر یہ وہی حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا) اور وہ لوگ جو کہتے ہیں أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا (کیا ایک معبود کے سوا بہت سے معبود بناتے ہو) ان صراحتوں کے باوجود ان آیتوں سے استدلال کرتے ہو اور ان لوگوں پر

چھپاں کرتے ہو، جو شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، اور اسکا اقرار کرتے ہیں کہ کوئی بھی اللہ کے ساتھ عبادت کا مستحق نہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو ان آیتوں سے اُن مسلمانوں پر استدلال کرتے ہیں جنکے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے، اور جنکے اسلام پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، انکا یہ استدلال کتنا عجیب ہے۔ اگر وہ اپنے مذہب پر آیت سے استدلال کریں، تو اگر تم سچے ہو، تو ہم پر واضح کرو کہ اس آیت سے ان کا کفر کسطرح ثابت ہوتا ہے جنکی تم تکفیر ان مخصوص اعمال واقوال کی بناء پر کرتے ہو۔ اور جنکو تم کفر قرار دیتے ہو لیکن خدا کی قسم تمہاری کوئی مثال نہیں بجز عبدالملک بن مروان کے۔ جبکہ اُس نے اپنے بیٹے کی ولیعہدی کے لیے کہا کہ تم لوگوں کو اپنی بیعت کیلیے بلاؤ، اگر وہ تم سے اپنا سر بچائیں تو اُنکے سر پر اسطرح تلوار رکھکر کہو، یعنی انھیں قتل کردو۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

استدلال بطریق آخر

فصل:۔ اس جگہ ایک اور قاعدہ بھی ہے، وہ یہ کہ بیشک مسلم میں کبھی دو مادّے جمع ہو جاتے ہیں، کفر و اسلام اور کفر و نفاق، اور شرک و ایمان، اور حقیقت یہ ہے کہ مسلم میں دو مادّے جمع ہو سکتے ہیں اور کفر ایسا کافر نہیں بناتا کہ ملت سے نکال دے، جیسا کہ اہلِ سنت وجماعت کا مذہب ہے عنقریب انکا تفصیلی بیان آنیوالا ہے، جنکا سوائے اہلِ بدعت کے کوئی مخالف نہیں۔

خوارج کا ذکر

باخبر رہنا چاہیئے کہ سب سے پہلا فرقہ جو جماعت سے خارج ہُوا، وہ خوارج کا فرقہ ہے، جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جماعتِ مسلمین سے خارج ہُوا۔ اور بلاشبہ ان کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اور انکے قتل وقتال کا حکم دیا تھا، اور ارشاد فرمایا وہ اسطرح نکل جائینگے جسطرح کمان سے تیر۔ جہاں کہیں بھی تم انھیں پاؤ قتل کردو۔ اور انکے بارے میں فرمایا، یہ لوگ جہنم کے کتّے ہیں۔ اور فرمایا، یہ لوگ اہلِ اسلام کو

قتل کرینگے۔ اور فرمایا آسمان کی چھت کے نیچے ان کا مسلمانوں کو قتل کرنا بڑا فتنہ ہوگا۔ اور فرمایا وہ قرآن کو پڑھینگے اور یہ گمان رکھینگے، یہ انکے لیے نافع ہے، حالانکہ وہ اُن پر حجت ہوگا۔ انکے علاوہ اور بھی بہت سی صحیح احادیث حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکے بارے میں مروی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خروج کیا، اور سیدنا علی وعثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم اور انکے متبعین کی تکفیر کی، اور مسلمانوں کا خون بہانے کو، اور انکے اموال کو حلال جانا۔ انھوں نے مسلمانوں کے شہروں کو بلادِ حرب قرار دیا، حالانکہ وہ بلادِ ایمان یعنی دارالاسلام تھے۔ اور وہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ اہلِ قرآن ہیں، اور وہ سنّت کو نہیں قبول کرتے تھے بجز اُنکے جو انکے مذہب کے موافق ہوں۔ اور جو اُنکی مخالفت کرتا، یا اُنکے شہروں سے نکل جاتا، اُسے وہ کافر گردانتے۔ اور گمان رکھتے کہ علی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے (معاذ اللہ) اللہ کا شرک کیا اور نہیں جانتے تھے کہ قرآن میں کیا ہے، بلکہ وہ یہی گمان کرتے تھے کہ وہ قرآن پر عمل پیرا ہیں اور متشابہاتِ قرآن سے اپنے مذہب پر استدلال کرتے تھے۔ اور وہ آیتیں جو اُن مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں، جو اہلِ اسلام کو جھٹلاتے تھے، اُن کا مصداق انہی اکابرِ صحابہ کو اپنے نزدیک جانتے، اور ان صحابہ کو حق کی طرف اور مناظرہ کی طرف دعوت دیتے۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے مناظرہ فرمایا، اور ان میں سے چار ہزار افراد نے حق کی طرف رجوع کیا۔ باوجود ان ہیبتناک باتوں، اور کفرِ صریح وواضح اور خروج عن المسلمین کے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے انکے بارے میں فرمایا "ہم تم سے قتال میں پہل وابتداء نہ کرینگے، اور نہ تمکو اپنی مسجدوں سے روکینگے اگر تم وہاں خدا کا نام لو، اور نہ تمکو مالِ غنیمت سے منع کرینگے، جبتک تمہارے ہاتھ ہمارے ساتھ ہیں۔

پھر ان خوارج نے جدائیگی اختیار کر کے مسلمانوں اور امام اور انکے ساتھیوں کو قتل کرنے کی ابتداء کی، تو علی مرتضیٰ نے ان پر لشکر بھیجا، اور مسلمانوں کو ایسے دردناک اور ہیبتناک امور درپیش ہوئے جنکا تذکرہ طویل ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود نہ تو

صحابہ نے، نہ تابعین نے اور نہ ائمۂ مسلمین نے انکی تکفیر کی، اور علی مرتضیٰ، اور نہ
کسی اور صحابی نے یہ کہا کہ تمہارے اوپر حجت تمام ہو چکی، اور تمہارے بارے میں حق واضح
ہو چکا ہے۔ شیخ تقی الدین کہتے ہیں کہ انکی تکفیر نہ علی مرتضیٰ نے کی اور نہ کسی صحابی نے
اور نہ کسی ائمۂ مسلمین نے" انتہیٰ۔

اب تم غور کرو، خدا تم پر رحم کرے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مدعیٔ
اسلام کی تکفیر سے زبان روکنے میں کیا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ جماعت ہے
جنھوں نے ان خوارج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دیکھیں
اور روایت فرمائی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے دس وجہوں سے صحیح ہیں۔ فرمایا اہل علم نے ان سب کو بیان کیا، اور انکی تخریج امام مسلم
نے اپنی "صحیح" میں فرمائی۔ تو اب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمۂ مسلمین کے طریقہ پر
غور کرو، شاید کہ اللہ تعالیٰ سبیل المومنین کے اتباع کی طرف تمہیں ہدایت فرمائے، اور
اُن بلاؤں سے تمہیں خبردار کرے، جو تم اسوقت خیال کیے ہوئے ہو کہ یہی سُنّت ہے۔
بے گمان خدا کی قسم! تمہاری ہی قوم کا طریقہ ہے، نہ کہ علی مرتضیٰ اور اُنکے متبعین کا۔
رزقنا اللہ اتباع اثارھم۔ آمین

اگر تم اپنے پر حجت لاکر یہ کہو کہ اُنھوں نے "غالیہ" کو قتل کیا، بلکہ اُنھیں آگ
میں جلایا، اور وہ مجتہد ہیں، اور صحابہ نے اہلِ ردّت کو قتل کیا! تو جواب میں ہم
کہینگے کہ یہ سب درست ہے، مگر غالیہ کا قتل تو اسلیے تھا کہ وہ سب مشرک و زندیق تھے
اُنھوں نے فریب دینے کے لیے اسلام کا اظہار کیا تھا، یہانتک کہ اُن کا کفر خوب واضح
طور پر ظاہر ہو گیا، اور کسی کو اس میں شبہ باقی نہ رہا۔

آگ میں جلانے کی حقیقت | یہ واقعہ اسطرح ہے کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جب
بابِ کندہ سے اُن پر نکلے، تو وہ سب سجدہ میں گر پڑے

آپ نے اُن سے فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ انھوں نے کہا آپ اللہ ہیں۔ فرمایا میں اُسکے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں! انھوں نے کہا بلکہ آپ اللہ ہی ہیں۔ پھر آپ نے اُن سے توبہ کرنے کا مطالبہ فرمایا، اور اُن پہ شمشیر کھینچ لی۔ انھوں نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پہ آپ نے زمین میں گڑھا کھودنے، اور اُس میں آگ جلانے کا حکم دیا۔ پھر اُنھیں آتشکدہ کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے فرمایا، اگر تم نے توبہ نہ کی تو میں تم کو جھونک دیا جائیگا۔ مگر اُنھوں نے توبہ کرنے سے انکار کیا، اور کہنے لگے آپ اللہ ہی ہیں۔ پھر آپ نے اُنھیں آگ میں جھونکنے کا حکم دیدیا۔ جب اُنھیں آگ میں جلنے کا احساس ہوا، تو کہنے لگے اب ہمیں ثابت ہو گیا کہ یقیناً آپ اللہ ہی ہیں، کیونکہ خدا کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دیتا۔" تو یہ قصہ اُن زندیقوں کا ہے جنکو علی مرتضیٰ نے جلایا تھا۔ اسکا ذکر علماء نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ اب اگر تم دیکھو کہ کسی مخلوق کو کوئی کہتا ہے کہ یہ اللہ ہے، تو اُسے جلادو۔ ورنہ اللہ سے ڈرو، اور حق کو باطل کیساتھ نہ ملاؤ، اور اپنے فاسد رائے اور واہی مفہوموں سے مسلمانوں کو کافروں کی مانند قیاس کرو۔

قتل مرتدین بزمانۂ خلافتِ صدیقی

اب رہا حضرتِ صدیق اکبر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتدین کو قتل کرنے کا قصہ! تو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات فرمائی، تو لوگ اسلام پر باقی نہ رہے، سوائے اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ و طائف اور جوثا، جو کہ بحرین کے دیہات میں سے ہے۔ چونکہ ردّت کی خبریں اور قصے بہت طویل ہیں جنکے لیے دفتروں کی ضرورت ہے مگر ہم اُن میں سے صرف چند واقعات بیان کرتے ہیں، جنکو علماء نے بیان کیا، تاکہ تمہیں ظاہر ہو جائے کہ تم کس حال پہ ہو۔ اور یہ کہ مرتدین کے قصے سے تمہارا استدلال کرنا بھی ایسا ہی ہے، جیسا کہ پہلے قصہ سے استدلال کرنے کا ہے۔

امام ابو سلیمان خطابی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ واجبات میں سے ہے کہ جاننے کہ مرتدین کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ کہ اسلام سے منحرف ہو کر جو ملت سے نکل گئے تھے اور اپنے

اُس کفر کی طرف لوٹ گئے تھے جس پر وہ پہلے تھے مثلاً بُت پرستی وغیرہ پر۔ اور ایک قسم[۲] یہ کہ اسلام سے مرتد ہو کر مسیلمہ کذّاب جو قبیلۂ بنو حنیفہ سے تھا اُسکے پیرو ہو گئے تھے۔ اور انکے علاوہ اور بھی قبائل نے مسیلمہ کی تصدیق کی، اور اسکی نبوت کے دعوے پر قائم ہو گئے تھے ایک[۳] قسم یہ کہ مرتد ہو کر اسود عنسی کے زمرہ میں چلے گئے، اور یمن میں جو اُس نے دعوئے نبوت کیا اُسکے وہ مقر ہو گئے تھے۔ اور ایک[۴] قسم یہ کہ مرتد ہو کر طلیحہ اسدی کے دعوئے نبوت کی تصدیق کر لی تھی، یہ غطفان، فرازہ اور انکے حلیف قبائل تھے۔ اور ایک[۵] قسم یہ کہ سجاح کی تصدیق کی تھی۔ لہٰذا یہ تمام لوگ مرتد تھے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے تھے، اور اُنھوں نے زکوٰۃ، نماز، اور تمام شعائرِ اسلام کو چھوڑ دیا تھا۔ مگر رُوئے زمین پر کوئی نہ تھا کہ اللہ کے لیے سجدہ کرے، بجز مسجد مدینہ مکہ مکرمہ اور جواثا، جو کہ بحرین کا ایک دیہات ہے۔ اور[۶] ایک قسم اور ہے، وہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نماز و زکوٰۃ میں فرق کیا، اور امام کی طرف زکوٰۃ کی ادائیگی کے وجوب میں رخنہ ڈالا۔ درحقیقت یہ لوگ باغی و سرکش تھے، ان لوگوں نے اس زمانہ میں اس نام کا خاص دعویٰ نہیں کیا، کیونکہ یہ بھی مرتدین کے زُمرہ میں داخل ہو گئے تھے لہٰذا ان کا نسبتی نام مرتدین میں ہی کر دیا گیا، اسلیے کہ یہ دونوں معاملہ میں اہم و اعظم تھے۔ اور زمانہ خلافت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میں جو ہوا مورخین نے اُنھیں "قتالِ اہل بغی" کے نام سے لکھا کیونکہ یہ اپنے زمانہ میں منفرد تھے اور مشرکین سے انکا اشتباہ و اختلاط نہ ہوتا تھا، مگر ان مرتدین کے معاملہ میں اختلاف رونما ہوا، اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شبہ لاحق ہوا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر اُن سے مناظرانہ گفتگو شروع کر دی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے حجت پیش کی کہ فرمایا "مجھے لوگوں سے اُسوقت تک جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبتک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں اب جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا اُسکا مال اور اُس کی جان محفوظ ہو گئی۔

اسکے بعد امام ابو سلیمان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بلا شبہ ہمیں واضح ہو گیا کہ اہل ارتداد

کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو ملّت سے مرتد ہو کر مسیلمہ وغیرہ کی نبوت کے اقراری ہوئے، اور کچھ وہ ہیں جنھوں نے تمام شرائع اسلامی کا انکار کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں صحابہ کرام نے جن سب کا نام "کفار" رکھا۔ اور یہی حکم انکے قیدیوں اور انکے اموال کے بارے میں سیدنا ابو بکر اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے میں تھا۔ پھر زمانہ صحابہ میں کسی نے اسکے خلاف نہ کیا، یہانتک کہ سب کا اجماع ہو گیا کہ مرتد کو قید نہ کیا جائے (بلکہ قتل کر دیا جائے)

اب رہا مانعینِ زکوٰۃ کا قضیہ! تو ان میں کچھ تو اصل دین پر قایم رہے، تو انھیں باغی و سرکش کہا گیا، اور مشرک نام نہ دیا گیا، اگرچہ وہ کافر سمجھے جاتے تھے، اور یہ کہ مرتدین سے مشارکت وشمولیت کی بِنا پر انکی طرف ردّت کی نسبت کی گئی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے بعض دینی حقوق کی ادائیگی سے منع کیا ہے۔ اور انھیں ردّت کا نام اس بنا پر دیا گیا کہ ردّت ایک لغوی نام ہے اور اسکا اطلاق ہر اُس شخص پر ہوتا ہے جو قبول کردہ امر سے پھر جائے۔ لہٰذا یقیناً یہ لوگ پھر گئے تھے بلا شبہ اس قوم سے طاعت سے پھرنا، منعِ حق اور انقطاع عن الملّت پایا گیا، اور ان سے مدح و تعریف کے نام منقطع ہو گئے اور قومِ مرتدین عن الحق سے مشارکت کی بنا پر اُن پر اسمِ قبیح مسلط کر دیا گیا۔ اسکے بعد امام ابو سلیمان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آج ہمارے زمانہ میں کوئی زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے اور اسکی ادائیگی میں مانع ہو، تو اسکا حکم باغیوں کی مانند ہوگا؟ جواب میں فرمایا "نہیں! کیونکہ اس زمانہ میں جو زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کر لیگا، تو وہ وجوبِ زکوٰۃ پر اجماعِ مسلمین کی وجہ سے کافر ہوگا۔ بلا شبہ وجوبِ زکوٰۃ کو ہر خاص و عام خوب جانتا ہے، اور عالم وجاہل سب کو ہی یہ معلوم ہے، تو اسکے منکر کو معذور نہ جانا جائےگا۔

۔یہی حکم ہر اُس منکر کا ہے، جو کسی ایسے امرِ دینی کا انکار کرے جس پر امت کا اجماع ہو، اور اُس کا علم سب کو ہو، جیسے نمازِ پنجگانہ، ماہِ رمضان کے روزے، غسلِ جنابت، تحریمِ سُود تحریمِ شراب و نکاحِ محارم وغیرہ دیگر ضروریات و احکام دینی۔ مگر یہ کہ وہ نو مسلم ہو، اور اسلامی تعلیم سے ابھی مکمل واقفیت نہ ہوئی ہو، اور اُسکے حدود کا ابھی علم نہ ہو، ایسا نو مسلم شخص اگر جہالت سے کسی امرِ دینی کا انکار کرے، تو اُسکی تکفیر نہ کیجائیگی۔ ابھی اسکا وہی طرز ہے جس پر وہ پہلے تھا، ابھی

صرف نام کا مسلمان ہوا ہے ۔ لیکن جب امر دینی کی واقفیت لطریق علم خاص ہو، اور وہ ہو بھی ایسا کہ اس میں اجماع ہونا معلوم نہ ہو، جیسے حرمت نکاح عورت کے ساتھ پھوپی وخالہ کے جمع کرنے کی، اور قاتل عمد مقتول کا وارث نہیں، اور دادا کے لیے چھٹا حصہ وغیرہ اسکے مشابہ دیگر مسائل دینیہ، تو اگر کوئی انکا انکار کرے، تو تکفیر نہ کیجائیگی، بلکہ اسے معذور جانا جائیگا، کیونکہ عام لوگوں میں علم کا عام پھیلاؤ نہیں ہے ۔ خطابیؒ کا کلام یہاں ختم ہوا ۔

"المفہم" کے مصنف ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا، تو اہلِ عرب مرتد ہو گئے، بجز تین مسجدوں کے رہنے والے، مسجدِ مدینہ منورہ مسجدِ مکہ اور مسجدِ جواثا ۔ انتہٰی

مختصراً مرتدین کا یہ قصہ ہے، جیسے بعض اہلِ علم نے بیان کیا ہے اور اسکی تفصیل بہت طویل ہے ۔ لیکن یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ بلاشبہ تمہاری مانند، یا وہ جو تم سے کچھ علم میں زیادہ ہو، اُسکے لیے نہ استنباط جائز ہے اور نہ قیاس ۔ اور یہ تو کسی کیلیے بھی جائز نہیں کہ لوگوں کو اپنا مقلد بنائے ۔ البتہ جو مرتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو، اُس پر واجب ہے کہ وہ مجتہد فی الدین کی تقلید کرے ۔ اور یہ مسئلہ اجماع سے ثابت ہے ۔ لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے اُنکے زمانہ میں نکلا، بلاشبہ وہ اجماع قطعی سے نکل گیا، اسلیے کہ جو حضرات اُنکے ساتھ تھے، وہ اہلِ علم اور اہلِ اسلام تھے اور یہ وہ مہاجرین وانصار ہیں جنکی تعریف وتوصیف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمائی ہے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت، جمیع شرائطِ امامت سے امامتِ حقہ تھی، اور وہ تمام شرائط کے جامع تھے ۔ اب اگر آج تم میں کوئی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مہاجرین وانصار کی مانند ہو، اور تم میں سے کسی کی امامت پر ساری اُمت مجتمع ہو، تو تم اپنے کو اُن پر قیاس کر سکتے ہو، ورنہ خدا کی قسم! تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکی مخلوق سے شرم کرو، اور اپنی قدر وقیمت کو پہچانو ۔ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم کرے، جو اپنے آپ کو پہچانے، اور خدا اُسے جھوٹے گھمنڈ سے بچائے، اور تمام مسلمانوں کو اُنکے فتنہ وفساد سے محفوظ رکھے، اور

اُن کو مومنین کے راستہ پر چلائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَن يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

جو مسلمانوں کے خلاف راہ چلے ہم اُسے اُسکے حال پر چھوڑ دینگے اور جہنم میں داخل کرینگے، اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔

فصل :- اتمام حجت

جبکہ خوارج کا تذکرہ، اور صحابہ کرام اور اہلِ سُنّت وجماعت کا مذہب کہ وہ انکی تکفیر ایسی نہیں کرتے کہ دائرۂ اسلام سے انھیں نکال دیں۔ باوجودیکہ وہ جہنم کے کتے، اور اسلام سے نکل چکے ہیں، جیسا کہ ماسبق میں گزر چکا ہے، اِن تمام باتوں کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُنھیں کافر قرار نہیں دیا۔ کیونکہ وہ ظاہراً اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اگرچہ ان میں سے بکثرت لوگ از روئے تاویل نکل جانیوالے ہیں، لیکن تم لوگ، تو آج اُن لوگوں کی تکفیر کر رہے ہو، جن میں ان میں کی ایک بھی خصلت موجود نہیں ہے، بلکہ آج تو تمہیں تکفیر پر ہی اکتفاء نہیں، انکے خون بہانے، اور انکے اموال لوٹنے کو حلال قرار دے رہے ہو۔ حالانکہ انکے عقائد اہلِ سُنّت وجماعت کے ہی عقائد ہیں۔ یہ فرقہ ناجیہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں شامل فرمائے۔

فرقہ قدریہ

ان خوارج وغیرہ کے بعد فرقہ قدریہ کی بدعتوں کا خروج ہے۔ یہ فرقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری زمانہ میں رونما ہوا۔ اور اس فرقۂ قدریہ کے دو طبقے ہیں۔ ایک طبقہ تو سرے سے ہی قدر کا انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی کو معاصی ونافرمانی کی قدرت نہیں دی، اور نہ وہ اس پر قادر ہے، اور نہ گمراہی کی ہدایت کی اور نہ وہ اس پر قادر ہے۔ انکے نزدیک مسلمان وہ ہے، جو اپنے آپ کو مسلمان بنائے جسطرح کوئی اپنے آپ کو نمازی بناتا ہے، یہی حال تمام طاعتوں، اور معصیتوں کا ہے، بلکہ بندہ وہی ہے کہ اپنے آپ کو پیدا کرے۔ اور یہ طبقہ بندہ کو خدا کے ساتھ خالق یعنی پیدا کرنے والا قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ انکے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ کسی کی ہدایت پر قادر ہے، اور نہ کسی کو گمراہ کرنے پر قادر ہے۔ اس قسم کے انکے

اقوالِ کفریہ ہیں۔ تعالی اللہ عما یقول اشباہ المجوس علواً کبیرا۔
ان کا دوسرا طبقہ انکے بالکل مقابل ہے۔ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مخلوق کو انکے اعمال پر مجبور کر دیا ہے، اور مخلوق میں کفر و معصیت کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے تخلیقِ انسانی میں سفیدی و سیاہی ہے۔ کیونکہ مخلوق کو قدرت نہیں کہ انسانی رنگ و روپ کو بنا سکے، بلکہ انکے نزدیک تمام معاصی کی نسبت اللہ کی ہی طرف ہے (معاذ اللہ)
اس عقیدۂ فاسدہ میں ان کا امام و پیشوا شیطان ہے، کیونکہ اُس نے کہا ہے میں ان کو اغوا کردوں گا اور راہ راست سے بھٹکاؤں گا۔ یہ عقیدہ اُن مشرکوں کے قول کے مطابق ہے جو کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا، تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء و اجداد۔ انکے سوا اور بھی انکی قباحتیں اور کفری باتیں ہیں، جنکو علماء نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، جیسے شیخ تقی الدین اور ابنِ قیم وغیرہ نے۔ باوجود اس کفرِ عظیم اور ضلالاتِ قبیحہ کے انکے پہلے لوگ زمانۂ صحابہ رضی اللہ عنہم، مثلاً سیدنا ابن عمر، سیدنا ابنِ عباس اور دیگر اجلا تابعین سے ملے ہیں، اور حضراتِ قدس نے اُن پر دلائل سے حجت کر کے کتاب و سنت سے انکی گمراہی کو واضح کیا، اور صحابۂ کرام نے ان لوگوں سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا۔ اسی طرح تابعین نے انکی ہر کجی و عیب پر حجت قایم فرمائی۔ مگر باوجود اس ہلاکت خیز کفرِ عظیم کے نہ صحابہ نے انکی تکفیر کی، اور نہ بعد والے ائمۂ اہلِ اسلام نے، اور نہ انکے قتل کو واجب قرار دیا، اور نہ اُن پر ردت کے احکام جاری فرمائے، اور نہ یہ کہا کہ ہماری مخالفت کر کے تم نے کفر کیا ہے، ہم تو صرف حق بات کی ہی تلقین کر رہے ہیں، اور بلا شبہ ہم نے تم پر اظہارِ حق کر کے حجت قایم کردی ہے۔ جیسا کہ تم لوگ آج اسی قسم کی باتیں کرتے ہو۔ فرقۂ قدریہ پر ردت اور واضح ضلالت لازم ہونے کے صحابۂ کرام اور تابعین حق بات کے سوا کچھ نہ کہتے تھے، بلکہ انکے بڑے بڑے مبلغین کو بلا کر اُمراء نے قتل کیا ہے۔ اور اہلِ علم بیان کرتے ہیں کہ اُن کو حداً قتل کیا گیا، جس طرح حملہ آور کو اُسکے ضرر کے خوف میں قتل کیا جاتا ہے۔ انکے قتل کرنے کے بعد اُنکی نمازِ جنازہ

پڑھی، اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا، جیسا کہ شیخ تقی الدین کے کلام میں انشاء اللہ آئیگا۔

معتزلہ کا بیان

فصل :- اہل بدعت کا تیسرا فرقہ اُن "معتزلہ" کا ہے، جنھوں نے تابعین کے زمانہ میں خروج کیا تھا۔ اور جو اُنکے اقوال وافعال کفریہ مشہور ہیں، اُن میں ایک تو "خلق قرآن" کا قول ہے، دوسرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہگاروں کے لیے شفاعت فرمانے کا انکار کرنا ہے، اور تیسرا قول گناہگاروں کا ہمیشہ جہنم میں رہنے کا ہے۔ انکے سوا اُنکی اور بہت سی برائیاں اور قباحتیں ہیں، جنکو علماء نے نقل فرمایا ہے۔ اسکے باوجود کہ یہ تابعین کے زمانہ میں نکلے، اور اُنکو اپنے مذہب کی طرف بلایا، اور علماء تابعین نے ان سے مناظرہ کر کے حجت قایم کی اور بعد والے بھی کرتے رہے اور ان کی تردید و تبلیغ کر کے ان کا بطلان واضح کیا، مگر یہ لوگ اپنے باطل عقیدہ پر مصر رہے، اور اپنی طرف بلاتے رہے۔ اور جب اُنھوں نے جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی، تو اسکے بعد علماء نے انکو اہل بدعت کہا اور ان سے بیزاری کا اظہار کیا۔ لیکن انکو نہ تو کافر کہا اور نہ اُن پر اجراء احکام ردت کیا، بلکہ انہی پر نہیں، ان سے پہلے کے مبتدعین پر احکام اسلام میں سے توارث و تناکح، نماز جنازہ، اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کا ہی حکم جاری کیا۔ اور اہل سنت میں سے کسی اہل علم نے یہ نہیں کہا کہ چونکہ ہمارے واضح طور پر بیان کرنے کے بعد اب تم پر حجت قایم ہو چکی ہے، کیونکہ ہم حق کے سوا کچھ کہتے ہی نہیں ہیں اور اب تم ہماری مخالفت کرتے ہو، اسلیے تم کافر ہو گئے، اور تمہارا خون بہانا، اور مال لوٹنا حلال ہو گیا ہے، اور تمہارے شہر حربی شہر بن گئے ہیں، جیسا کہ آج تمہارا مذہب ہے۔ کیا تمہارے لیے ان ائمہ اہل اسلام کے عمل سے کوئی عبرت و نصیحت نہیں ہے؟ جس کی بناء پر تم باطل سے رجوع ہو کر حق کی طرف آسکو۔

فرقہ مرجیہ کا ذکر

فصل :- مذکورہ باطل فرقوں کے بعد فرقہ "مرجیہ" ظاہر ہوا، جو کہتا تھا کہ ایمان بغیر عمل کے زبانی کہنا ہے۔ لہٰذا انکے نزدیک جو شہادتین کا زبانی اقرار کرے، تو وہ کامل الایمان مومن ہے۔ اگرچہ وہ اپنی طویل عمر میں

ایک رکعت بھی نماز نہ پڑھتے، اور رمضان کا ایک روزہ بھی نہ رکھے، اور نہ زکوٰۃ ادا کرے، اور نہ کوئی اور عملِ خیر کرے۔ بلکہ انکے نزدیک جو زبان سے دونوں شہادتوں کا اقرار کرے، وہ ایسا مومن کامل الایمان ہے جسطرح جبرئیل ومیکائیل اور انبیاء علیہم السلام وغیرہ کا ایمان ہے اسکے سوا اور بھی بہت سے قبیح اقوال ہیں جنکو انھوں نے اسلام میں بدعت کی بنیاد ڈالی، اور ائمہ اسلام نے اُن سے بیزاری کا اظہار کر کے مبتدع ومضل قرار دیا، اور اُن پر کتاب وسُنّت اور اہلِ سنّت کے اہلِ علم اور صحابہ وتابعین کے اجماع کو ظاہر فرمایا، مگر انکا انکار تمرد وسرکشی سے تجاوز کر کے اہلِ سُنّت وجماعت سے بغض وعناد کی شکل اختیار کر گیا۔ اور ان سے پہلے جو انکی مانند مبتدعین تھے اُنکے متشابہ کتاب وسُنّت سے تمسک کرنے لگے۔ اس ہلاکت آفریں امور کے باوجود اہلِ سُنّت وجماعت نے انکی تکفیر نہ کی اور اپنے مخالفوں کی راہ پر نہ چلے اور نہ اُن پر کفر کی شہادت دی، اور نہ اُنکے شہروں کو دار الحرب قرار دیا، بلکہ وہی ایمانی اخوت، جو اُنکے لیے اور اُنکے پہلے مبتدعین کیلیے تھی برقرار رکھی، اور یہ نہ کہا کہ ہمارے حق کے اظہار وبیان کے بعد تم نے اللہ اور اُسکے رسول کا کفر کیا ہے۔ اور نہ یہ کہا کہ تم پر ہماری اطاعت وپیروی واجب ہے، کیونکہ ہم غلطی وخطا سے معصوم بمنزلہ رسول ہیں، اور ہمارا منکر اللہ اور اُسکے رسول کا دشمن ہے، جیساکہ آج تمہارا قول ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

فرقہ جہمیہ فرعونیہ کا ذکر

ان فرقوں کے بعد ایک اور فرقہ "جہمیہ فرعونیہ" پیدا ہوا، جو کہتا تھا کہ عرش پر کوئی معبود نہیں ہے جس کی عبادت کریں، اور نہ زمین میں اللہ کا کلام ہے۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب کی طرف معراج نہیں ہوئی اور اُن صفاتِ الٰہیہ کے بھی منکر تھے جو خدا نے اپنی کتاب میں اپنے لیے ثبت فرمائے، اور سید عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اثبات کیا، اور اُن پر صحابہ اور بعد کے تمام مسلمانوں کا اجماع رہا۔ اور آخرت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رویت کے بھی منکر تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اُن صفات کے ساتھ تعریف کرے جنکے ساتھ اُس نے اپنی تعریف فرمائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہ توصیف کی، تو وہ اُنکے نزدیک کافر ہے۔ انکے علاوہ اور بھی انتہائی درجہ کے کفریہ

قول و فعل ہیں۔ یہانتک کہ اہلِ علم نے ان کا نام فرعون کی مشابہت میں کہ وہ بھی اللہ سبحانہٗ کا انکاری تھا "فرعونیہ" رکھدیا۔ اسکے ساتھ یہ بھی کہ ائمہ کرام نے انکارد کرکے انکی بدعت و ضلالت کو خوب واضح فرمایا، انکو مبتدع و فاسق قرار دیا، اور گزشتہ مبتدعین، جنکی شریعت میں شناعتیں کم تھیں، اُن سے بڑھ کر اکفر بتایا، اور اُنھوں نے کہا کہ شرعیات پر انکی عقلیں پہلوں کی مانند ہیں۔ اور اہلِ علم نے انکے بعض مبلغین کو جیسے جعد بن درہم، اور جہم بن صفوان کو قتل کرنے کا حکم دیا، اور انکو قتل کرانے کے بعد انکی نمازِ جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرلیا جن کا ذکر شیخ تقی الدین نے کیا ہے۔ اور انکے اوپر رِدّت کے احکام جاری نہ فرمائے، جیساکہ تم ان لوگوں پر اہلِ رِدّت کا حکم جاری کرتے ہو، جوکہ تمہاری کہی ہوئی باتوں کا دسواں حصہ بھی نہ کرتے ہیں اور نہ کہتے ہیں، بلکہ خدا کی قسم! تم یہانتک کہتے ہو کہ حق کہنے والے کا تم نے کفر کیا، کیونکہ انھوں نے تمہاری خواہشوں کی مخالفت کی، اسکے بعد میں روافض کا تذکرہ نہیں کرتا، کیونکہ یہ لوگ ہر خاص و عام میں معروف ہیں اور ان کی قباحتیں مشہور ہیں۔

کچھ تو یہ فرقے ہیں جنکو ہم نے بیان کیا، ان سے بہتّر گمراہ فرقے نکلے جیساکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارک میں ہے کہ یہ اُمت تہتّر فرقوں میں بٹ جائیگی۔ ماسواء بہتّر فرقوں کے تہتّرواں فرقہ ناجی ہے جوکہ اہلِ سُنّت وجماعت ہیں، اور وہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں۔ یہ ناجی فرقہ آخر زمانہ تک حق پر قایم و باقی رہے گا رزقنا اللہ اتباعہم بحولہٖ وقوتہٖ۔

جب بھی میں ان گمراہ فرقوں کا ذکر کروں گا، تو اہلِ علم کی کتابوں سے بیان کروں گا، اور زیادہ تر ابنِ تیمیہ، اور ابنِ قیم سے نقل کروں گا۔

عدمِ تکفیر اہلِ ضلالت پر مذاہب کا بیان

فصل ۔ اب تم سے میں تھوڑا سا تذکرہ کرتا ہوں کہ ان گمراہ فرقوں کے بارے میں

جن کا تذکرہ کر چکا ہوں سلفِ صالحین اور اہلِ علم کا، انکے عدمِ تکفیر کے سلسلہ میں
کیا مذہب ہے۔ چنانچہ

شیخ تقی الدین "کتاب الایمان" میں کہتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ نے خوارج،
مرجیہ، اور قدریہ کی تکفیر نہیں کی۔ اور امام احمد اور دیگر ائمہ سے جہمیہ کی تکفیر منقول ہے
اسکے باوجود امام احمد عام جہمی لوگوں کی تکفیر نہیں کرتے، اور نہ اسکی جو کہے کہ میں جہمی ہوں
بلکہ ان جہمیوں کے پیچھے نماز پڑھی جو اپنے قول کی طرف لوگوں کو بلاتے، اور عام لوگوں کو
امتحان میں ڈالتے، اور جو انکی باتوں کی موافقت نہ کرتا انکو سخت سے سخت عذاب و سزا
دیتے تھے۔ امام احمد اور دیگر علماء نے انکی تکفیر نہیں کی، بلکہ انکے ایمان و امامت پر
اعتقادِ اسلام رکھتے، اور انکے لیے دعا کرتے تھے۔ انکے بارے میں رائے رکھتے کہ
انکے پیچھے نماز پوری کیجائے، حج کیا جائے، اور انکو جہاد میں ساتھ لیا جائے، اور ان پر
خروج کرنے سے منع فرماتے تھے۔ یہی رائے دیگر انکے ائمہ کے بارے میں بھی تھی۔
اور جو وہ قولِ باطل کہتے تھے، اسکے رد میں اسے کفرِ عظیم قرار دیتے، اور کہتے کہ یہ نہیں
جانتے کہ یہ کفر ہے، اور مقدور بھر انکی ردت کے انکار میں کوشش کرتے تھے۔ پھر وہ
اظہارِ سنت و دین میں طاعتِ خدا و رسول جل و علی و صلی اللہ علیہ وسلم اور انکارِ بدعات
ملحدین جہمیہ اور رعایتِ حقوق المومنین از ائمہ و امت کے درمیان جمع و توفیق کی کوشش
فرماتے، اگرچہ یہ مبتدعین انتہائی جاہل اور فسق میں غرق تھے"۔ انتہی کلام الشیخ

اب تم شیخ کے اس کلام پر غل و غش سے ذہنوں کو خالی و صاف کر کے غور کرو۔
شیخ تقی الدین تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جسکے دل میں رسول کے ساتھ، اور جو وہ لائے اسکے ساتھ
ایمان ہو، پھر اس میں وہ بدعات جنکا ذکر ہوا پائی جائیں، اگرچہ وہ ان بدعات کی طرف
دعوت دے، تو وہ ہرگز کافر نہیں ہے۔ اور خوارج تو بدعت و قتالِ امت اور تکفیرِ مسلمین
میں تمام مبتدع لوگوں سے بڑھ کر تھے انکی نہ کسی صحابی نے تکفیر کی، اور نہ سیدنا علی مرتضیٰ
کرم اللہ وجہہ اور نہ کسی اور نے، بلکہ ان کا حکم ظالم و سرکش مسلمانوں جیسا بتایا،

جیساکہ انکے اقوال وآثار انکے بارے میں اس مقام کے علاوہ بھی مروی ہیں - اور یہی حکم ایسے تمام بہتر فرقوں کا ہے۔ جو انمیں سے منافق ہوگا، وہ باطن میں کافر ہوگا، اور جو اللہ ورسول پر ایماندار ہوگا، وہ باطن میں مسلمان ہوگا باطن میں کافر نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ تاویل وتفسیر میں کتنا ہی خطاکار کیوں نہ ہو، بلکہ وہ سراپا خطاکار ہی کیوں نہ ہو - اور ان میں سے بعض لوگ تو وہ ہیں جن میں نفاق کا کچھ حصہ ہوتا ہے، اور ان میں ایسا نفاق نہیں ہوتا جس کی بناء پر وہ جہنم کے درکِ اسفل کے مستحق ہیں - اور جو کہے کہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک ایسا کفر کرتا ہے، جو ملت سے نکالدیتا ہے، تو بلاشبہ اُس نے کتاب وسُنّت اور اجماعِ صحابہ کی مخالفت کی، بلکہ ائمہ اربع اور انکے سوا، دیگر علماء کا اجماع ہے کہ وہ شخص انمیں سے نہیں جو بہتر فرقوں کو کافر کہے " انتہیٰ کلامہٗ

اب تم صحابۂ کرام اور دیگر ائمہ وعلماء اہلِ سُنّت وجماعت کی ان حکایتوں پر غور کرو جو تم سے پہلے مذاہبِ کفریہ عظیمہ پر گزر چکے ہیں - انکے بارے میں انکا کیا حکم تھا، شاید کہ تمہاری وہ ہَوا جس میں تم اور تمہارے ساتھی مبتلاء ہیں، آگاہ ومتنبہ ہوسکے۔

ابنِ قیم کہتے ہیں کہ طریقہائے اہلِ بدعت جو اصلِ اسلام کے تو موافق ہیں، لیکن وہ بعض اصول میں مخالف ہیں، جیسے خوارج، معتزلہ، قدریہ، روافض، جہمیہ اور غلاتِ مرجیہ وغیرہ تو انکی بہت سی قسمیں ہیں ۔

انکی ایک قسم تو وہ جو جاہل مقلد اور بے بصیرت ہیں۔ انکی نہ تکفیر کیجائیگی اور نہ تفسیق اور نہ انکی شہادتِ اسلام کو رد کیا جائیگا - اسلیے کہ یہ لوگ ہدایت سیکھنے پر قادر نہیں ہیں، انکا حکم ضعیف وکمزور مرد وعورت اور بچّوں کے حکم کی مانند ہے ۔

دوسری قسم ان لوگوں کی یہ ہے، جو علماء سے دریافت کرنے، ہدایت طلب کرنے، اور معرفتِ حق حاصل کرنے کی تو قدرت رکھتے ہیں، لیکن وہ دنیاوی لذت وجاہ اور اُسکے معاش میں مشغول ہونے کی وجہ سے ترک کیے ہوئے ہیں۔ ایسے مفرط لوگ مستحقِ وعید گنہگار اور اُس تقوےٰ الٰہی کے تارک ہیں جو اُن پر واجب ہے، اور باوجود قدرت واستطاعت کے

حاصل نہیں کرتے۔ اس قسم کے لوگوں پر واجبات سنن وہدایت کے مقابلہ میں اگر بدعت وہوا غالب ہے، تو انکی شہادت مردود کردی جائے گی۔ اگر بمقابلہ بدعت وہوا، واجبات سنن وہدایت غالب ہے، تو انکی شہادت قبول کیجائے گی۔

تیسری قسم ان لوگوں کی یہ ہے کہ وہ علماء سے دریافت بھی کرتے ہیں، اور ان پر ہدایت واضح بھی ہوجاتی ہے، مگر تعصب وعناد اور علماء سے عداوت کی بناء پر ترک کردیتے ہیں، تو ان کا کم سے کم حکم یہ ہے کہ وہ فاسق ہیں، اور انکی تکفیر محلِ اجتہاد۔ انتہیٰ کلامہ

تو اب تم غور وتامل کرو، انھوں نے اس تفصیل کا ذکر اپنی اکثر کتابوں میں کیا ہے، اور کہا ہے کہ بلاشبہ ائمۂ اہلِ سنت انکی تکفیر نہیں کرتے ہیں، باوجودیکہ ان میں شرک اکبر اور کفر اکبر کے بعض اوصاف موجود ہیں۔ اور انکی بیشتر خرافات کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے انکے کلام سے بطور تصدیق۔ کہ ہم نے یہ بیان کیا ہے۔

اور ابن قیم "المعارج" میں بیان کرتے ہیں کہ صانع عالم کے لیے شریک ثابت کرنیوالوں کی دو قسمیں ہیں، ایک تو مشرک ہیں، جو اللہ کی ربوبیت والوہیت میں شریک گردانتے ہیں جیسے مجوسی اور انکی ایک شاخ قدریوں کی ہے، یہ لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو ثابت کرتے ہیں۔ اور "قدری مجوسی" اللہ کے ساتھ، افعال کے خالق کو بھی ثابت کرتے ہیں انکے نزدیک افعال، اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ نہیں ہیں، اور نہ اُسے قدرت ہے (معاذ اللہ) افعال کا صدور بغیر مشیت وقدرتِ الٰہی ہے۔ اور نہ اُسے افعال پر قدرت ہے، بلکہ وہ افعال ہر چاہنے والے اور ارادہ کرنیوالے کے فعل سے پیدا ہونے کے قائل ہیں، اور حقیقۃً انکا قول یہ ہے کہ حیوانات کے افعال کا خالق اور رب، اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ انتہیٰ کلامہ

انھوں نے اس شرک کا ذکر اپنی تمام کتابوں میں کرکے انکو مجوسیوں کے مشابہ قرار دیا جو کہتے ہیں کہ جہان کے لیے دو خالق ہیں۔ دیکھو انھوں نے تکفیر پر کتنی بحث کی، انھوں نے اور انکے شیخ نے تمام اہلِ سنت کی متابعت میں عدم تکفیر کی حکایت کسطرح نقل فرمائی، یہانتک کہ حق اور معاندہ کی معرفت کے باوجود فرمایا کہ انکا کفر محلِ اجتہاد ہے،

جیساکہ ابھی ابھی بیان ہوا۔ نیز فرقۂ جہمیہ کا ذکر انتہائی قبیح اوصاف کے ساتھ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ان کا شرک، فرعون کے شرک کے مطابق ہے اور یہ لوگ فضول ہیں۔ اُن کا شرک اِن سے بہت کم ہے۔ اور انکی مثال میں تونیہ وغیرہ کا تذکرہ اپنی کتابوں میں جیسے "الصواعق" وغیرہ ہیں، میں کیا ہے۔

اسی طرح معتزلہ کا تذکرہ کتنے برے صفات کے ساتھ کیا ہے، اور معتزلہ اور انکے گروہ کے اقوال کو مبتدعین میں سے شمار کرکے کہا کہ رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان باقی نہ رہا لیکن جب "نونیہ" میں انکی تکفیر پر بحث کرتے ہیں، تو انھیں کافر قرار نہیں دیتے، بلکہ انھیں اس جگہ اس سے جدا رکھتے ہیں، جیسے وہ ایک طرف ہیں، جیساکہ گزرا۔ پھر اسی میں جب دوسری جگہ اہلِ سُنّت کو مخاطب کرتے ہیں، تو انکو مبتدعین میں محسوب کرکے اُنکے قول کے بارے میں کہتے ہیں کہ "رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان نہ رہا۔ اور ہم پر گیاہ ہو جاؤ کہ ہم نہ تمہاری تکفیر کرتے ہیں، اور نہ تمہارے ساتھیوں کی، اسلیے کہ ہمارے نزدیک تم جاہل لوگ ہو، نہ تم صاحب کفر ہو، اور نہ تم صاحبِ ایمان "۔ عنقریب انشاء اللہ شیخ تقی الدین، اور اجماعِ سلف کی مزید بحث آگے آنے والی ہے، اور یہ کہ اہلِ بدعت خوارج و روافض و معتزلہ وغیرہ کے قول کو کفر کہا۔

ابو العباس ابن تیمیہ "متکلمین فی القرآن" کے بارے میں کہتے ہیں کہ معتزلہ وغیرہ کے کچھ لوگ اسلام میں "اہلِ کلام" نام رکھکر داخل ہو گئے۔ اسی طرح کچھ معاندین و مشرکین کے وہ جھگڑالو لوگ جو اللہ کے رسول کی معرفت و ہدایت سے محروم تھے "اہلِ کلام" بنکر آ گئے وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اُنکے ماخذ کو اختیار کرلیں۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ "بلاشبہ کچھ لوگ ایسے آئینگے جو تم سے پہلوں کی باتوں کو (بطور ماخذ) اپنائینگے "۔ الحدیث اسکے بعد ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ ان متکلمین میں اکثر لوگ حق پر تھے، انھوں نے دلائلِ شرعیہ کا اتباع کیا، اور نورِ قرآن اور نورِ اسلام سے ان کے دل منور ہو گئے۔ اور متکلمین کے کچھ لوگ بہت سی اُن باتوں سے جنکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیکر

تشریف لائے تھے گمراہ ہو گئے ۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے تو اسکی موافقت کی کہ
اللہ تعالیٰ نہ کلام کرتا ہے ، اور کلام کو سنتا ہے ، جسطرح کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ " نہ اُسے علم ہے
اور نہ قدرت ہے ، اور نہ صفات میں سے کوئی اُسکی صفت ہے " اسکے بعد ابن تیمیہ نے کہا
کہ پھر جب انھوں نے دیکھا کہ تمام انبیاء و رُسُل علیہم السلام اس پر متفق ہیں کہ اللہ متکلم ہے
اور قرآنِ کریم میں اُسکے کلام وقول کا اثبات ہے ، تو وہ کسی وقت کہنے لگتے کہ " اللہ تعالےٰ
حقیقۃً تو متکلم نہیں ہے بلکہ مجازاً متکلم ہے " یہ ان کا قول تھا ۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ لوگ
عناد وجود میں داخل ہونے سے پہلے ہی فطرۃً اپنے کفر وبدعت میں مبتلا رہتے ۔ پھر انھوں نے
یہانتک کہا کہ قول اُسکا ہے جو کہتا ہے کہ " قرآن مخلوق ہے " پھر کہا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ
کے متکلم ہونے ، یا اُس طریقہ پر کلام فرمانے جس پر کتبِ الٰہیہ دلالت کرتی ہیں اور جیسے رسولوں نے
اپنی اپنی قوم کو سمجھایا ، اور اُس پر ہر فطرتِ سلیمہ اتفاق کرتی ہے ، ان کا انکار کیا ۔ ان لوگوں نے
یہ طرزِ استدلال ، صابئین اور مسلمان ومومن متبعین رسول کے درمیان اختلاف کے مابین
پیدا کیا ۔ تو ان میں کے کچھ لوگوں نے تو ، جو ہدایت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے تھے
اُس سے کفر کیا ، اور کتاب اللہ سے اختلاف کیا ۔ اور کچھ لوگ ان میں سے مومن ہی رہے
اور مسلمانوں کی ہی پیروی کی جنکی طرف اُنکے رب نے ہدایت نازل فرمائی تھی ۔ اور ان
مومنینِ متکلمین نے خوب جان لیا کہ ان کا یہ قول ، یہود ونصاریٰ کے قول سے زیادہ خبیث ہے
اور عبد اللہ بن مبارک تو یہانتک فرماتے ہیں کہ بلاشبہ ہم یہود ونصاریٰ کے کسی قول کی یقیناً
نقل وحکایت کر جاتے ہیں ، لیکن جہمیوں کے کسی قول کی نقل وحکایت نہیں کرتے ۔ بلاشبہ
ان میں کے اکثر لوگ تو وہ ہیں ، جو مشرکین کی شاخوں میں سے ہیں ، اور کچھ لوگ صابئین کے
پیروکار ہیں ۔ یہ لوگ دوسری صدی میں خلیفہ مامون کے زمانہ میں ظاہر ہوئے اور صابئیوں
اور نجومیوں وغیرہ کے علوم کو ظاہر کیا ۔ یہ باتیں اہلِ علم اور صاحبانِ شمشیر وامارت کے درمیان
پھیل گئیں ، اور خلفاء و اُمراء ، وزراء ، وفقہاء اور قاضیوں میں سے کچھ لوگ انکے پیروکار ہو گئے
جنکی بنا پر تمام مسلمان ومومن مرد وعورت کو کڑی آزمائش وامتحان سے دوچار ہونا پڑا ۔ ابن تیمیہ کا کلام یہاں ختم ہوا

اب تم اس کلام میں غور و فکر کرو کہ انھوں نے انکے کتنے بڑے بڑے کفر و شرک، اور بعض کتاب پر ایمان، اور بعض کتاب سے کفر کو بیان کر کے مشرکین و صابئین کی شاخوں میں بتایا، اور یہ کہ یہ لوگ پہلے کفار کی باتوں کو کسطرح ماخذ بنا کر اپناتے تھے، اور عقل و نقل اور فطرت کے کیسے مخالف، اور تمام رسولوں کے ارشادات کے کسطرح خلاف چلتے، اور حق کے معاند و دشمن تھے۔ اور اہلِ علم حضرات انکے اقوال کو یہود و نصاریٰ کے قول سے زیادہ خبیث کہتے تھے، اور عام مسلمان مردوں، عورتوں کو حق کے قیام پر کیسے کیسے عذاب و تکلیف پہنچاتے تھے اس کلام میں ان لوگوں سے ہماری مراد، معتزلہ، قدریہ، جہمیہ اور وہ لوگ جو مبتدعین میں سے انکے پیروکار وغیرہ ہیں۔ مثلاً خلفاء میں سے مامون، المعتصم، اور واثق اور انکے وزراء و فقہاء اور انکے قاضی تھے۔ یہ وہ صاحبِ شمشیر و حکومت ہیں، جنھوں نے امام احمد رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر کوڑے برسائے اور قید میں رکھا۔ اور احمد بن بصیر خزاعی وغیرہ کو قتل کیا۔ اور عام مسلمان مردوں، عورتوں کو اپنے اختراعی قول پر دعوت دینے پر قسم قسم کے عذاب پہنچائے جیسا گزرا اور آگے آئے گا۔ باوجود ان تمام باتوں کے امام احمد نے انکی تکفیر نہیں کی، اور نہ سلف میں سے کسی اور نے۔ بلاشبہ امام احمد انکے پیچھے نماز پڑھتے اور انکے لیے استغفار کرتے تھے۔ ان کا حکم بجالاتے اور بغاوت و خروج نہ کرنے کا مشورہ دیتے۔ حالانکہ امام احمد رضی اللہ عنہ یقیناً انکے قول اور کفرِ عظیم کی تردید فرماتے تھے، جیسا کہ گزرا غور سے پڑھو۔ تو اب خدا کی قسم! تم پر غور و فکر لازم ہے کہ یہ کیا بات تھی، اور تمہارا قول و عمل ان سے کتنا مخالف و متضاد ہے، تم اسے بھی کافر کہتے ہو، جو تمہارا مخالف ہو، اور جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اللہ کی رسی مضبوط تھامو! جہل اور قولِ زور کی حد ہو گئی۔ سلفِ صالحین کی اقتدار کرو، اور اہلِ بدعت کے طریقہ سے اجتناب کرو، اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جنکے برے عمل کو مزین بنا کر اچھا کر کے دکھایا گیا

شیخ تقی الدین فرماتے ہیں کہ منکرین و اہلِ بدعت دو طرح کے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو سرے سے ہی تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، اور کچھ وہ ہیں، جو مسلمانوں کے بعض طبقوں کی تکفیر کرتے ہیں، اور انکے جان و مال کو حلال جانتے ہیں۔ اسکی دو بڑی وجہ یہ ہیں کہ وہ دوسرا گروہ

اس میں کبھی اتنی بڑی بدعت نہیں ہوتی جتنی طائفۂ مکفّرہ میں ہوتی ہے، بلکہ کبھی طائفۂ مکفّرہ کی بدعت انکے لیے طائفۂ مکفّرہ کی بدعت سے زیادہ بڑی ہوتی ہے، اور کبھی انکے برابر اور کبھی ان سے کم۔ یہی حال اُن عام اہلِ بدعت و ہوا کا ہے جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ | بلاشبہ جنھوں نے اپنے دین کو تقسیم کرکے ٹکڑے ٹکڑے بنا لیے تو تم انکی کسی بات کو نہ مانو

دوسری وجہ یہ کہ اگر دو گروہوں میں سے کسی ایک کو بدعت میں خاص جانیں، اور دوسرے کو سُنّت کے موافق، تو اسکے لیے یہ سُنّت نہ ہوگا کہ وہ ہر اُس شخص کی تکفیر کرے جسکے قول میں خطا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا | اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ فرما اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں۔

اور صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فعل پر ارشاد فرمایا

لاجناح علیکم فیما اخطأتم به ولکن ما تعمدت قلوبکم | جس چیز میں تم خطا کرو اُس میں تم پر مؤاخذہ نہیں، مگر اُس پر جو تمہارے دلی قصد سے ہو

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے میری اُمت سے خطاء و نسیان، اور وہ کام جس پر جبر کیا گیا ہو کو معاف فرمایا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے جسے ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

بلاشبہ صحابۂ کرام، برگزیدہ تابعین، اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ کافر نہیں ہے جو ایسا قول کہے جس میں خطا ہو، اور اس بناء پر اسے کافر کہا جائے اگرچہ وہ قول سُنّت کے مخالف ہو، مگر لوگ مسائلِ تکفیر میں جھگڑتے ہیں۔ اس بات کو تفصیل کے ساتھ دوسری جگہ لکھا ہے۔

شیخ تقی الدین یہ بھی فرماتے ہیں کہ خوارج کی دو خاصیتیں مشہور ہیں جس کی بناء پر

مسلمانوں اور اُنکے ائمہ سے جُدا ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ انھوں نے سنت سے خروج کرکے جو بدی نہیں تھی، اُسے بدی قرار دیا، اور جو نیکی نہیں تھی اُسے نیکی بنا یا۔
دوسری یہ کہ خوارج اور مبتدعین کی یہ خاصیت ہے کہ وہ گناہوں اور برائیوں پر تکفیر کرتے ہیں، اور اس پر مسلمانوں کے جان و مال کو حلال قرار دیکر نتیجہ مرتب کرتے ہیں، اور دار الاسلام کو دار الحرب، اور اپنے گھروں کو دار الایمان ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں تمام روافض، جمہور معتزلہ، جہمیہ، اور وہ غالی گروہ جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلواتا ہے، کرتے ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ان دونوں خبیث عادتوں سے بچے اور جو اس اصل خباثت کی پیداوار ہیں، مثلاً مسلمانوں کی مذمت، اُن پر لعنت، اور انکے جان و مال کو حلال سمجھنا وغیرہ ان سے بھی اپنے آپ کو بچائے۔

اہلِ بدعت کیسے پیدا ہوتے ہیں

بلاشبہ عام طور پر اہلِ بدعت مذکورہ دونوں خبیث قاعدوں اور اصلوں سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ پہلی خصلت اپنانے کا سبب تاویلِ فاسد ہے۔ یہ تاویل یا تو اُس حدیث میں کرینگے جو انھیں پہنچی ہو، اور وہ غیر صحیح ہو، یا وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر اور اُسکے قائل نے اُس میں تقلید لازم کرلی ہو، اور وہ قائل راہِ صواب پر نہ ہوگا۔ یا وہ تاویل کتاب اللہ کی کسی آیت کی تفسیر میں کرینگے، اور وہ تاویل صحیح نہ ہوگی۔ یا قیاس فاسد کرینگے، یا کوئی رائے قائم کرکے اُس رائے کو درست و صحیح خیال کرینگے، حالانکہ وہ غلط و خطا پر مبنی ہوگی۔ اسکے بعد بیان کرتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ تاویل و قیاس کے ہی ذریعہ خطا کرتے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اہلِ بدعت مقدمات پر دینِ اسلام کی بنیاد بناتے ہیں، اور اسی کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں۔ انکی بنیاد یا تو الفاظ کی دلالت میں ہوگی، یا عقلی معانی میں۔ اور وہ اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر غور و فکر نہیں کرینگے۔ اسی بنا پر وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور امام احمد اسے قابلِ اعتراض بتاتے ہیں کہ جو صرف ظاہر الفاظ قرآن پر تمسک کرے، اور بیانِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ و تابعین سے استدلال نہ کرے۔ اور یہی طریقہ تمام ائمۂ مسلمین کا ہے کہ وہ بیانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف نظر نہیں کرتے تھے، اگرچہ وہ اسکی طرف رلیہ پالیں۔

اور شیخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں اور میرے پاس بیٹھنے والا ہر طالب علم ہمیشہ اس پر قایم رہے ہیں کہ یہ بڑی ہی ممنوع بات ہے کہ کسی معین شخص کو کافر، فاسق یا معصیت میں مبتلا کہا جائے، بجز اُس وقت کے جبکہ اُس پر ایسی قوی حجت قایم ہو جائے جس کی مخالفت سے کبھی کافر ہو جائے یا فاسق و عاصی۔ بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے اُس اُمت کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے۔ یہ خطاؤں کی معافی عام ہے، خواہ وہ مسائلِ خبریہ میں ہوں، یا مسائلِ علمیہ ہیں۔ اور سلف میں ہمیشہ اس قسم کے مسائل میں کثرت سے اختلاف رہا ہے، مگر ان میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس بناء پر کسی کو کافر، فاسق یا عاصی کہا ہو۔ مثلاً قاضی شریح کا قرات میں بل عجبت اور یسخرون میں اختلاف و انکار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالی پر تعجب کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔

یہ شیخ یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ سلف میں مسائل میں نزاع و اختلاف سے جدال و قتال تک نوبت آجاتی تھی، باوجودیکہ اس پر سب اہلِ سُنّت کا اتفاق تھا، کہ دونوں طرف کی جماعتیں سب کے سب مومن و مسلمان ہیں۔ بلاشبہ انکی ثابت شدہ عدالت کے لیے یہ قتال مانع نہیں ہے، کیونکہ قتال کرنے والا اگرچہ باغی ہو، مگر وہ متاول ہے، اور تاویل فاسق نہیں بناتی۔ اور میں اُنکی طرف سے ظاہر کرتا رہتا ہوں کہ سلف اور ائمہ سے جو قولِ کفری کے اطلاق میں مسائل ہیں کہ ایسا کہے یا ایسا کہے وغیرہ میں، لیکن یہ بھی حق ہے، مگر اطلاق اور تعین کے درمیان فرق کرنا واجب ہے۔ یہی وہ ابتدائی مسئلہ ہے، جس میں اُمت بڑے بڑے مسائلِ اصولیہ میں جھگڑ رہی ہے۔ مثلاً مسئلہ "وعید" ہے، بلاشبہ قرآنِ کریم میں مسئلہ وعید (سزائے آخرت) مطلق اور عام ہے۔ جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا الآیہ	بیشک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں الخ

اس قسم کی وہ تمام وعیدیں جن میں ہے کہ "ایسا کیا تو ایسی سزا ملے گی اور وہ ایسا ہے" تو یہ نصوص مطلق و عام ہیں، اور یہ بمنزلہ سلف کے ان اقوال کے ہیں جن میں ہے کہ "اگر ایسا کیا یا کہا تو وہ کافر ہے"۔ کیونکہ حکم تکفیر از قسم وعید ہے۔ اگرچہ وہ قول و فعل صدق پر مبنی نہ ہو، اسی لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "لیکن آدمی ابھی تازہ بتازہ مسلمان ہوا ہے، اور اس کی زندگی دور دراز علاقوں میں بسر ہوئی ہے"۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ آدمی ان نصوص کو نہیں سنتا، یا اُس نے سنا تو ہو مگر اُسے یاد نہ رکھ سکا ہو، یا اُسے کوئی اور خاص سبب لاحق تھا ہو، یا اُس نے ازروئے تاویل واجب کرلیا، اگرچہ وہ تاویل میں خطا کار ہو۔

اور میں ہمیشہ صحیحین کی اس حدیث کو بیان کرتا رہتا ہوں، جو اُس شخص کے بارے میں ہے جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب میں سو جاؤں، تو مجھے آگ میں جلا دینا (الحدیث) تو یہ شخص اللہ کی قدرت، اور جب وہ ذرہ ذرہ ہو جائے، تو اُسکے لوٹانے پر قادر ہونے کے شک میں مبتلا رہتا، بلکہ اسکا یہ اعتقاد تھا کہ وہ دوبارہ نہیں لوٹا سکتا، حالانکہ یہ باتفاق مسلمین کفر ہے۔ لیکن چونکہ وہ جاہل تھا، وہ اسکا علم نہیں رکھتا تھا، مگر وہ تھا ایماندار وہ اس سے ڈرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اُسے عذاب نہ فرمائے، تو اللہ تعالیٰ نے اُسے اسی بناء پر بخشدیا۔

تو وہ مجتہدینِ کرام جو متابعتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرص میں تاویل کرتے ہیں وہ بدرجہ اولی اللہ کی مغفرت کے اس کی مانند مستحق ہیں۔ انتہیٰ

یہی شیخ اُن دو شخصوں کے بارے میں جو مسئلہ تکفیر میں بحث کر رہے تھے کہتے ہیں کہ انکے جواب در جواب میں طوالت اختیار کرلی، تو بالآخر دوسرے نے کہا کہ اگر فرض کیا جائے کہ کوئی شخص حکمِ تکفیر سے بچانے کی خاطر وہ یہ گمان کرے کہ وہ کافر نہیں ہے اور اپنے نزدیک مسلم بھائی کی حمایت و نصرت کرے، تو یقیناً یہ شرعاً غرض حسن ہے۔

اور وہ اس میں جب اجتہاد کریگا، تو اگر اجتہاد درست ٹھہرا، تو وہ دو اجر کا مستحق ہوگا
اور اگر اجتہاد میں خطاء کی ہے، تو وہ ایک اجر (اجتہاد کرنیکا) ضرور پائیگا۔ اسکے بعد کہتے ہیں
کہ تکفیر، دین کی بدیہی اور واضح معلومات والے مسائل کے انکار پہ ہوتی ہے۔ یا اُن
احکام کے انکار پر جو متواتر[1] و اجماعی ہوں۔ انتہیٰ

اب تم شیخ کے اس کلام پر غور و فکر کرو۔ کیا تمہارے اس قول کی مانند ہے کہ "یہ کافر ہے
اور جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے"۔ خاص طور پر انکے اس قول پر توجہ دو کہ فرمایا:۔
"اگر وہ تکفیر سے بچانے کی خاطر اجتہاد میں خطا بھی کرے، تب بھی وہ ایک اجر کا مستحق ہے"
اور انکے اس پہلے قول پر غور کرو کہ "کبھی وہ کفر ہوتا ہے، مگر قائل یا فاعل کافر نہیں ہوتا" چونکہ
اس میں چند احتمالات ہیں، ممکن ہے کہ اسے اتنا علم ہی نہ پہنچا ہو کہ اس سے کافر ہو جاتا
ہے، اور یہ بھی امکان ہے "اسے اسکا علم تو ہوا ہو، مگر وہ اسے سمجھا ہی نہ ہو" یا ممکن ہے کہ اسکے
نزدیک کوئی ایسی تاویل عارض ہوئی ہو جس سے اُس نے لازم کیا ہو۔ ان کے سوا اور
بھی احتمالات ہیں جن کا انھوں نے تذکرہ فرمایا۔

---

[1] تفصیل درکار ہو تو ابن تیمیہ کی "الصارم المسلول" دیکھو، یہ مسئلہ اجماعی یقینی قطعی ہے کہ شاتم رسول
کی تکفیر فرض ہے، یونہی اُن خبثاء کی تکفیر کا حکم ہے جو حضرت حق جَلَّ مجدہٗ الکریم کی ذات پر عیب و نقص
کی تہمت تراشیں اور وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا کی وعیدِ شدید اپنے سر لیں، جیساکہ ہمارے
زمانے میں چند شاتمین نے اپنی کتب میں سبّوح و قدوس جلّ و علیٰ پر کذب کی تہمت شنیعہ لگائی، اور چند
شاتمین نے شیطان کے علم کی وسعت حضور سرورِ کائنات کے علم سے زیادہ ترہتا کر حضورِ اکرم سیدِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و ادراک کی کمی کا قولِ مردود کہا، اور بعض نے فخرِ عالم خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وسلم کے علمِ مبارک کو جسے ربِّ قدیر نے فضلِ عظیم قرار دیا، بچوں پاگلوں کے مشابہ اور برابر
بتاکر توہین کا ارتکاب کیا، اور بعض نے سرکارِ مسیح علیہ السلام کی جنابِ پاک میں بے ادبی کی کہ بیچ یوں کہا

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو ❊ اُس سے بہتر غلام احمد ہے

اور کوئی اپنے پیر کی تعریف کرتے ہوئے فرزندِ مریم بتول علیہا السلام کی توہین کرتے ہوئے کہتا ہے

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا ❊ اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم   العیاذ باللہ

تو اے اللہ کے بندو! تنبیہ حاصل کرو، اور حق کی طرف واپس آجاؤ، اور سلف کی راہ عمل کو اختیار کرو، موجودہ حرکت سے باز آجاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے تمہیں ورغلا رکھا ہے، اور تکفیرِ مسلمین کو مزین بنا دیا ہے، اور تم نے اسکے ورغلانے سے اپنی مخالفت کو لوگوں کے کفر کی ترازو بنا لیا ہے، اور اپنی موافقت کو اسلام کی ترازو جان رکھا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم اللہ پر اور اسکی مراد و شریعت اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانِ مراد پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں خواہشوں کی پیروی سے بچائے۔ آمین

ابنِ قیم کہتے ہیں کہ دراصل انواعِ کفر اور کفرِ جحود کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک کفرِ مطلق وعام، دوسرے کفرِ مقید و خاص۔ لہٰذا مطلق یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچایا اُن کلیۃً انکار کرے۔ اور خاص و مقید یہ ہے کہ فرائضِ اسلام میں سے کسی فرض، یا محرمات میں سے کسی حرمت، یا توصیفِ الٰہی میں سے کسی صفت، یا کسی ایسی خبر کا جسکی اللہ نے خبر دی ہو قصد و عمد کے ساتھ انکار کرے یا کسی پہلے قول کی جان بوجھ کر اپنی کسی غرضِ دنیاوی کے تحت انکار کرے، لیکن اگر یہ انکار جہل یا تاویل کی بنا پر ہے، تو اُسے معذور رکھا جائیگا اور اسکی تکفیر نہ کیجائیگی، کیونکہ بخاری و مسلم اور دیگر سُنن و مسانید میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے جس نے کبھی کوئی نیک کام نہ کیا، اپنی بی بی سے کہا الحدیث، اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مرد نے اپنی جان پر ظلم کیا، پھر جب اُس کی موت کا وقت آیا، تو اُس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں، تو میرے جسم کو جلا کر آدھی خاک ہوا میں اور آدھی خاک دریا میں بہا دینا۔ پس خدا کی قسم! اگر اللہ اس پر قادر ہو گیا، تو اتنا شدید عذاب دیگا کہ جہان میں ایسا عذاب کسی اور کو نہ دیا ہوگا چنانچہ جب وہ مر گیا، تو اُس کی وصیت کے مطابق کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا اور ہوا کو اسکی خاک جمع کرنے کا حکم فرمایا، اسکے بعد زندہ کر کے فرمایا، تو نے ایسا کیوں کیا؟ کہا اے رب

تیرے خوف سے، اور تو خوب جانتا ہے۔ اس پر اللہ نے اُسے بخش دیا۔

تو غور کرو کہ یہ مرد قدرتِ الٰہی کا منکر اور بعث و معاد پر اعتقاد نہ رکھتا تھا، باوجود اسکے اللہ تعالیٰ نے اُسے بخشدیا، اور اُسکے جہل کو عذر قرار دیا، اسلیے کہ اگر اُسے اسکا علم پہنچتا تو وہ عناد و دشمنی میں اسکا انکار نہ کرتا۔ تو یہ حدیث اس نزاع کے بطلان میں قول فیصل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہل کی بنا پر نہ تو معذور رکھتا ہے اور نہ اُس سے عذاب اٹھاتا ہے۔ یہ تو اُسوقت ہے جبکہ اُسے اس کا علم ہو جائے۔ انتہیٰ

"شیخ الاسلام"[1] ابنِ تیمیہ لوگوں میں مروجہ مسئلہ تکفیر کے بارے میں کہ کس نے اسے ایجاد کر کے اس بدعت کو شروع کیا، کہتے ہیں کہ اسے سب سے پہلے اسلام میں معتزلہ نے اختراع کیا، اور ان سے اُس نے جس نے ان سے ملاقات کی۔ اور اسی طرح خوارج ہیں جنھوں نے اسے پہلی پہل ظاہر کر کے اس میں لوگوں کو پریشان کیا۔ کچھ لوگ تو امام مالک رضی اللہ عنہ کے دو قول اس میں بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح امام شافعی اور امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں، اور امام ابو الحسن اشعری اور انکے تلامذہ سے بھی دو قول منقول ہیں۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ بسا اوقات قولِ کفری میں اسکے قائل کی تکفیر میں قول کو مطلق رکھا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ جس نے ایسا کہا وہ کافر ہے، لیکن وہ شخصِ معیّن جس کا یہ قول ہو اُس کی تکفیر نہیں کرتے، جبتک کہ سلطان یا امیر مطاع کے سامنے اس پر ایسی حجت نہ قایم ہو جائے جسکے تارک پر حکم شرع سے کافر ہو جاتا ہے، جیسا کہ کتبِ احکام میں یہ مسئلہ بالتفصیل طور پر مرقوم ہے۔ پھر جب وہ حکم کو جان لے، تو اُس سے جہالت اُٹھ جاتی ہے، اور اُس پر حجت قایم ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کتاب و سنّت میں کثرت کے ساتھ وعید (سزائے آخرت) پر نصوص ہیں۔ اور قول اپنے مفہوم و مصداق کے اعتبار سے بروجہ عموم و اطلاق واجبہی رہتا ہے، بغیر اسکے کہ کسی معین شخص کو کہا جائے کہ یہ کافر ہے، یا فاسق و ملعون

---

[1] یہ ابنِ تیمیہ کو "شیخ الاسلام" مخاطبینِ نجادنہ کے طور پر کہا ہے، جیسا کہ خود ایک جگہ فرما چکے کہ "تمہارے ان اکابر (ابنِ تیمیہ و ابنِ قیم) نے انھیں بیان کیا"۔ ۱۲۔ الرضوی

یا مغضوب علیہ اور مستحق نار ہے۔ بالخصوص اس شخص میں جس میں فضائل و حسنات بھی ہوں
کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا ر کیلیے جائز ہے کہ اُن میں صغائر و کبائر ہوں، باوجود
اس امر کے کہ وہ شخص صدیق، شہید یا صالح ہو۔ جیسا کہ اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ
تفصیل سے واضح کیا ہے کہ مرتکب گناہ سے اُسکے گناہ توبہ و استغفار سے بدل جاتے ہیں، یا
نیکیاں مٹا دیتی ہیں، یا تکلیفیں اُسے ختم کر دیتی ہیں، یا اُسکے لیے شفاعت مقبول ہو جاتی ہے
یا محض مشیتِ الٰہی اور اُسکی رحمت اُسے فنا کر دیتی ہے۔ پھر جب ہم اللہ تعالٰی کے ان
ارشادات کے بموجب کہتے ہیں کہ:-

(۱) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (الآیہ)	جو کسی مسلمان کو قصد و عمد سے قتل کرے ...
(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (الآیہ)	بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں یقیناً وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں بہت جلد انھیں جہنم میں ڈالا جائے گا۔
(۳) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ (الآیہ)	جو اللہ اور اُسکے رسول کی نافرمانی کرے اور اُسکے حدود سے تجاوز کرے ......
(۴) وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (الٰی قولہٖ) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا	باطل طریقہ سے باہم اپنے مالوں کو نہ کھاؤ (یہانتک کہ) جو ایسا کرتا ہے وہ سرکش و ظالم ہے

ان کے سوا اور بھی بکثرت وعید پر مشتمل آیات کریمہ ہیں۔ اسی طرح رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بموجب کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالٰی لعنت کرے اُس پر جو شراب کو پیئے یا والدین کی نافرمانی کرے یا زمین میں فساد
پھیلائے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے، یا لعنت کرے اللہ چوری کرنے والے پر،
یا لعنت کرے اللہ سود کھانے والے، اُسکی وکالت کرنے والے، اُس کی گواہی دینے والے
اُس کی کتابت کرنے والے پر۔ یا لعنت کرے اللہ اُس پر جو صدقہ کو چھپانیوالے، یا اُس میں
تجاوز کرنیوالے یا شہر میں افواہ پھیلانے والے، یا بدعات کو ترویج دینے والے ہیں تو اُن پر۔

اللہ کی، فرشتوں کی، اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اور انکے سوا، اور بھی وہ احادیث کریمہ ہیں، جن میں وعید کا ذکر ہے۔ ان سب میں یہ جائز نہیں رکھا جاتا کہ جو اس قسم کے افعال میں سے کچھ کرے اس معین شخص پر لعنت وغیرہ کیجائے۔ البتہ اس شخص معین کو یہ کہا جائیگا کہ اسے یہ وعید پہنچتی ہے، کیونکہ توبہ وغیرہ دیگر عقوبات کے ساقط کرنیوالی باتوں کا امکان سب ہے۔

اسکے بعد ابن تیمیہ لکھتے ہیں، جس شخص نے ان امور کو اس اجتہادی یا تقلیدی وغیرہ گمان کے ساتھ کیا کہ یہ مباح ہیں، تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اُسے لسبب مانع کے الحاقِ وعید سے معذور رجانا جائیگا جسطرح توبہ کرنیوالے، یا مثلاً نے والی نیکیاں، کرنیوالے یا ملنے والے مصائب وغیرہ کے لیے وعید کا الحاق ممتنع ہو جاتا ہے، یہی وہ راہ صواب ہے جس کی پیروی واجب ہے۔ لہٰذا انکے ماسوا، جو دو اور طریقے ہیں، وہ خبیث ہیں۔ ایک یہ کہ ہر ہر فرد معین پر وعید کو چسپاں کیا جائے، اور دعویٰ کیا جائے کہ اس نے بموجب نصوص عمل کیا ہے۔ تو یہ خوارج و معتزلہ کا قول ہے، جو کہ گناہوں کے سبب تکفیر کرتے ہیں بہت قبیح اور برا ہے۔ اس قول کا فساد تو بالاضطرار معلوم ہے، اور اسکے دلائل دوسری جگہ واضح طور پہ موجود ہیں۔ بلاشبہ یہ نصوص اور انکے ماسوا دیگر وعیدی نصوص حق ہیں۔ لیکن وہ شخص معین جس نے اسکا ارتکاب کیا ہے، اُس پر اس وعید کی گواہی نہ دینگے اور نہ کسی اہل قبلہ معین شخص پر جہنم کا حکم لگائینگے، چونکہ شرائط مفقود ہیں۔ یا یہ کہ مانع کے حصول کا امکان ہے۔ اسی قسم کے وہ اقوال ہیں جنکے قائل کی تکفیر کیجاتی ہے، کیونکہ کبھی انکے قائل کا یہ حال ہوتا ہے کہ معرفت حق بین، نصوص واجبہ اسے پہنچتی ہی نہیں، اور کبھی پہنچتی بھی ہیں، تو وہ اسکے نزدیک ثابت نہیں ہوتیں، یا وہ اسکے سمجھنے کی لیاقت و قدرت نہیں رکھتا، یا اُسے شبہات لاحق ہو جاتے ہیں، جنکی بنا پر اللہ تعالیٰ اسے معذور رکھتا ہے۔ لہٰذا جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھنے والا، اور اسلام کا ظاہر کرنے والا ہو، اور وہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت بھی کرتا ہو، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُسے بخشدیگا، اگرچہ وہ بعض قولی یا عملی گناہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔ برابر ہے

کہ ان گناہوں پر لفظِ شرک کا اطلاق ہوتا ہو یا لفظِ عاصی کا۔ یہی وہ راہِ مستقیم ہے
جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور تمام ائمہ اسلام کا عمل ہے۔ لیکن ائمہ
کرام کے مذہب کا مقصود، نوع و معین کے درمیان فرق بتاکر اس مسئلہ کی تفصیل بیان
کرنا ہے۔ بلکہ امام احمد کے قول اور تمام ائمہ اسلام مثلاً امام مالک، امام ابو حنیفہ اور
امام شافعی رحمہم اللہ کے اقوال کے درمیان کوئی اصولی اختلاف ہے ہی نہیں، یہ سب کے سب
فرقہ مرجیہ جو کہتے ہیں کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے، انکی تکفیر نہیں کرتے، اور انکے نصوص میں
خوارج و قدریہ وغیرہ فرقوں کی تکفیر کی ممانعت میں صریح واضح موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے
کہ امام احمد رحمۃ اللہ، تکفیر جہمیہ کے قول کو مطلق رکھتے ہیں، کیونکہ وہ انکی وجہ سے مبتلائے
مصائب رہے ہیں، یہانتک کہ انھوں نے انکی واقعی حقیقت کو جان لیا ہے، وہ انھیں
معطل قرار دیتے ہیں، حالانکہ سلف اور ائمہ سے جہمیہ کی تکفیر مشہور ہے، لیکن وہ سب
کسی شخصِ معین کی تکفیر نہیں کرتے۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس قول کی طرف بلاتے ہیں، تو وہ
انکے فرمودہ قول سے بہت عظیم ہے، وہ ہرگز اسکی طرف نہیں بلاتے تھے۔ اور وہ لوگ
جو اسکی مخالفت پر عقوبت پہنچاتے ہیں، وہ اس سے عظیم ہے جو محض بلاتے ہیں۔ اور وہ
لوگ جو اسکی مخالفت پر تکفیر کرتے ہیں، وہ اس سے عظیم ہے جو عقوبت پہنچاتے ہیں۔
اسکے باوجود وہ لوگ جو صاحبِ شمشیر و حکومت ہیں، اور جہمیوں کی مانند کہتے ہیں کہ قرآن
مخلوق ہے، اور یہ کہ آخرت میں دیدارِ الٰہی نہ ہوگا، اور یہ کہ بغیر معرفتِ الٰہی کے ظاہر قرآن
سے حجت نہیں لیجا سکتی اور نہ احادیثِ صحیحہ سے، اور یہ کہ دین تمام نہیں ہوتا بجز اسکے
کہ آراء و خیالاتِ باطلہ اور عقولِ فاسدہ سے آراستہ ہو۔ بلاشبہ انکے خیالات اور حیلے انکی
بمقابلہ اللہ کے دین کے جو کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور
برگزیدہ تابعین رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے زیادہ محکم و مضبوط ہے۔ اور یہ کہ نفی
و اثبات میں جہمیہ و معطلہ کے اقوال اللہ کے دین میں زیادہ محکم ہیں۔ اسی سبب سے
مسلمانوں کو آزمائش و امتحان میں انھوں نے مبتلا کیا، امام احمد رحمۃ اللہ کو قید میں

ڈال کر اُن پر کوڑے برسائے، اور ایک جماعت کو قتل کیا، اور کسی کو شوٹی پر چڑھایا - اسکے باوجود انھوں نے اسیری کا اعلان نہ کیا، اور بیت المال سے کچھ نہ دیا، مگر صرف اُسے جس نے اُنکی موافقت کی اور اُنکے قول کا اقرار کیا، اسکے سوا اسلام میں اُنھوں نے بہت سی باتوں کا اجرا کیا، جس کی تفصیل دوسری جگہ ہے۔ اور یہ فرقہ معطلہ تو شرک سے زیادہ شریر و فتنہ انگیز تھا، لیکن امام احمد رحمۃ اللہ نے ان پر رحمت و مغفرت کی دعا فرمائی اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والے ہیں، اور جو حضور لائے ہیں اُن کا وہ انکار کرنے والے ہیں - لیکن انھوں نے چونکہ تاویل کی، تو اس میں اُن سے خطا ہوئی، اور انھوں نے اپنے اس قول میں دوسروں کو اپنا معتقد بنانا چاہا

اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے جب اس حفص سے جو کہ فرقہ معطلہ کے اماموں میں سے تھا، مسئلہ قرآن میں مناظرہ کیا، تو حفص نے کہا قرآن مخلوق ہے، تو امام شافعی نے اُس سے فرمایا، خدا کی قسم! تو نے کفر بکا، پھر اُسکی تکفیر کی - اور محض اسی وجہ سے اُسکے مرتد ہونے کا حکم نہ دیا - اگر آپ اسکی ردّت، اور اسکے کفر قطعی کا اعتقاد رکھتے تو یقیناً اُسے قتل کرانے کی کوشش فرماتے - حالانکہ علماء نے اسکے مبلغین کے قتل کرنے کا فتویٰ دیا تھا، جیسے غیلان قدری، اور جعد بن درہم، اور امام الجہمیہ، جہم بن صفوان وغیرہ ہیں - پھر لوگوں نے انکی نماز جنازہ پڑھی، اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا - کیونکہ ان کا قتل کرانا ایسا ہی تھا جیسا کہ حملہ آور کو مدافعت میں قتل کیا جائے نہ کہ اُنکی ردّت کی بناء پر - اگرچہ اُن پر حکم کفر تھا، اور یقیناً مسلمانوں نے دوسرے مسلمان کی مانند اُنکو دیکھا - یہ باتیں دوسری جگہ تفصیل کیساتھ مذکور ہیں - انتہیٰ کلام ابن تیمیہ

اب میں اس کلام کے اہم نکات کو طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں، کیونکہ پہلے میں انکی طرف اشارہ کر چکا ہوں، اور جبکہ یہ بات صحابہ کرام اور سلف وغیرہ کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے، جسکی تفصیل گزر چکی، تو اب یہ بات کہ "یہ ان لوگوں کا کفر ہے" حالانکہ یہ شرک سے بہت بڑا ہے، جیسا کہ شیخین کے کلام سے بار بار گزر چکا ہے، اسکے علاوہ

صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین سے لیکر امام احمد رحمہم اللہ کے زمانہ تک کے اہلِ علم نے ان لوگوں سے مناظرہ کیا، اور ان پر اظہارِ حق فرمایا، باوجودیکہ ان کا یہ قول، کتاب و سنت اور سلف صحابہ اور بعد والوں کے اجماع کے خلاف تھا، اور اہلِ علم کے بکمل بیان وضاحت سے عقل و نقل کے بھی خلاف تھا، مگر پھر بھی انکی تکفیر نہ کی، یہاں تک کہ انکے مبلغین کو بلاکر قتل کیا گیا، مگر مسلمانوں نے انکی تکفیر نہ کی۔ کیا اس میں تمہارے لیے کوئی عبرت و نصیحت نہیں ہے، جو کہ تم عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، اور انکے جان و مال کو حلال قرار دیتے ہو، اور انکے شہروں کو بلادِ حرب بناتے ہو، حالانکہ ان لوگوں میں جتنا اُن میں پایا جاتا تھا اُسکا دسواں حصہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اور ان میں اقسامِ شرک میں سے کچھ حصہ پایا بھی جائے، تو وہ خواہ شرکِ اصغر ہو، یا شرکِ اکبر، بہر حال وہ جاہل ہیں، اور اُن پر ایسی حجت قایم نہیں ہوئی جسکے تارک کی تکفیر کیجائے۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ یہ تمام ساداتِ ائمۂ اہلِ اسلام انکے کاموں سے حجت نہیں قایم کرسکے، اور تمہارے ساتھ حجت قایم ہو چکی ہے؟ بلکہ خدا کی قسم! تم تو اسکی بھی تکفیر کرتے ہو، جسکو تم نے کافر کہا، کوئی اُسکی تکفیر نہ کرے، اگرچہ اُس میں شرک و کفر کا کوئی شائبہ بھی نہ پایا جائے۔ اللہ اکبر، لقد جئتم شیئا اداً۔

وہابیوں کو نصیحت اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جس کی گرفت بہت سخت ہے اُس سے خوف کرو۔ بلاشبہ تم تمام مسلمان مرد و عورت کو اذیت پہنچاتے ہو، بلاشبہ جن لوگوں نے مسلمان مرد و عورت پر بغیر اُنکے کسب کے تہمت لکھتے ہیں، بلاشبہ وہ بہتان اٹھاتے اور کھلے گناہ میں مبتلاء ہیں۔ خدا کی قسم! اللہ کے نزدیک بندگانِ خدا کا کوئی گناہ نہیں۔ مگر یہ کہ وہ تمہاری پیروی میں اُن مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتے جن کے اسلام پر نصوصِ صحیحہ اور اجماعِ مسلمین گواہی دیتے ہیں۔ اب اگر وہ تمہارا اتباع کریں تو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن پر غضب ہوتا ہے، اور اگر تمہاری رائے کی نافرمانی کرتے ہیں، تو تم اُن پر کفر و ردّت کا حکم لگاتے ہو۔ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا، میں اپنی اُمت پر انکے قتل کی یورش سے خائف نہیں ہوں، اور نہ اُن دشمنوں سے

جو انھیں بے دست و پا بنا دیں، لیکن میں اپنی اُمت پر گمراہ کرنے والے اماموں سے خوف کرتا ہوں، اگر وہ انکی اطاعت کریں، تو وہ فتنہ میں پڑ جائیں، اور اگر انکی نافرمانی کریں، تو قتل کر دیئے جائیں۔ (رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے کہ جبتک میں اللہ کی فرمانبرداری کروں تو تم میری اطاعت کرو، اور اگر میں نافرمانی کروں، تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ اور فرماتے میں خطا بھی کر سکتا ہوں، اور ٹھیک بھی کر سکتا ہوں۔ جب آپ کو کوئی معاملہ درپیش ہوتا، تو صحابہ کرام کو جمع کر کے اُن سے مشورہ طلب فرماتے، اور سیدنا عمر فاروق وہی کہتے جو آپ فرماتے اور وہی کرتے جو آپ کرتے۔ اسی طرح سیدنا عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین تھے اور ائمہ اہلِ علم کسی پر یہ لازم نہیں ٹھہراتے کہ وہ اُنکے قول کو اپنائے۔ بلکہ جب خلیفۂ وقت رشید نے موطأ امام مالک رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو حفظ کرنے کی ترغیب دی تو امام مالک نے اس سے فرمایا، اے امیر المومنین! ایسا حکم نہ دیجیے، کیونکہ علم میرے غیر میں پھیل جائیگا، یا یہ کلام معنوی بنجائیگا (اصل الفاظ محفوظ نہ رہینگے)۔

اسی طرح تمام علماءِ اہلِ سنّت کسی پر یہ لازم نہیں کرتے تھے کہ وہ انکے قول کو اپنائے، حالانکہ تم تو اُسے جو تمہاری بات نہ مانتے، کافر گردانتے ہو، اور اپنی ہی رائے کو سب کچھ سمجھتے ہو۔ میں تم سے بخدا پوچھتا ہوں کہ کیا تم معصوم ہو کہ تمہارا قول ماننا واجب ہو؟ اگر تم کہو کہ نہیں! تو پھر تم کیوں اُمت کو اپنی بات ماننے پر مجبور کرتے ہو؟ کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم ایسے امام ہو جس کی اطاعت واجب ہو؟ میں بخدا تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس میں اہلِ علم کے بیان کردہ شرائطِ امامت و اجتہاد مجتمع ہیں؟ یا شرائطِ امامت میں سے کوئی ایک خصلت بھی اُس میں پائی جاتی ہے؟ خدا کی قسم! تم باز آجاؤ، اور تعصب چھوڑ دو۔ ہم تو تمہیں اتنا معتبر گردانتے ہیں کہ تم اتنے عامی و جاہل ہو، جس نے اہلِ علم کی کوئی بات بھی نہ پڑھی ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارا کیا جواب ہوگا جب تم اُس سے ملوگے۔ فرزانگی نہ چھوڑو، جبار السموات والارض کے

عذاب سے خوف کرو - بلاشبہ ہم نے اہلِ علم کے کلام، اور فرقہ ناجیہ اہلِ سنّت وجماعت کے اجماع کو بیان کر دیا ہے، انشاءاللہ آگے بھی جسے خدا ہدایت نصیب فرمائے مزید ہدایت آمیز بیان آئے گا۔

کفر و اسلام کی مزید بحث

فصل:- ابنِ قیم "شرح المنازل" میں کہتے ہیں کہ اہلِ سنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک شخص میں ممکن ہے کہ اُس میں ولایتِ الٰہی، اور دو مختلف وجہوں میں سے ایک وجہ عداوت کی جمع ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ محبوب باللہ بھی ہو اور بہ وجہ مبغوض ہو، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں ایمان و نفاق، اور ایمان و کفر ہو - اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں میں سے کوئی دوسرے سے زیادہ قریب ہو، پس وہ اسکے اہل کی طرف ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ یعنی یہ لوگ کفر سے آج کے دن بمقابلہ ایمان کے زیادہ قریب ہیں - اور فرمایا وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ - یعنی "اکثر یہ لوگ مومن باللہ نہیں ہوتے مگر وہ مشرک ہوں" پھر اللہ تبارک و تعالٰی شرک کی مقارنت کے ساتھ ایمان پر اُنھیں ثابت قدم رکھے - اب اگر اس شرک کے ساتھ اللہ کے رسول کی تکذیب بھی ہو، تو انھیں وہ ایمان جو اُن میں موجود ہے، نفع نہ پہنچا ئیگا، اور اگر اللہ کے رسول کے ساتھ تصدیق ہو، تو ارتکاب منجملہ اقسامِ شرک، انھیں ایمان بالرسل، اور ایمان بالیوم الآخر سے نہیں نکالتی - اسی اصل کی بنا پر اہلِ سنّت وجماعت نے مرتکبِ کبائر کا جہنم میں جانا، پھر وہاں سے نکل کر جنت میں جانا ثابت کیا ہے - جس وقت ان میں دو سبب قائم ہو جائیں، تو کہتے ہیں کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہا تحتِ تفسیر آیت کریمہ فرمایا

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ○	جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کرے، وہ کافر ہے ۔

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کفر نہیں کہ ملت سے اُسے نکال دے جبکہ وہ ایسا عمل کرے، گویا وہ اس حکم رب کا کافر تو ہے، لیکن وہ ایسا کافر نہیں جسکی بنا پر

اُسے اللہ اور یوم آخرت کا منکر بنا دے۔ اسی طرح طاؤس اور عطاء فرماتے ہیں۔ انتہیٰ کلامہ
شیخ تقی الدین فرماتے ہیں کہ صحابہ اور سلف فرماتے تھے کہ یہ ممکن ہے کہ بندہ میں
ایمان و نفاق جمع ہو جائے، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ فرمایا ھُمْ لِلْکُفْرِ
یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ یعنی یہ لوگ اس وقت بمقابلہ ایمان کے کفر سے زیادہ قریب ہونگے
سلف کے کلام میں اس قسم کے نظائر بکثرت ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ دل میں ایمان و نفاق کا
جمع ہونا ممکن ہے۔ اور کتاب و سُنّت بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا "وہ آگ سے نکال لیا جائیگا جسکے دل میں ذرہ بھر ایمان ہے" چنانچہ اس
سے معلوم ہوا کہ جسکے ساتھ کم سے کم مقدار میں بھی ایمان ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیگا
اگرچہ اُسکے ساتھ نفاق کثرت سے موجود ہو، لہذا وہ اپنے نفاق کی مقدار کے مطابق عذاب پائیگا
پھر وہ نکال لیا جائیگا ——— اسکے بعد فرماتے ہیں کہ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بلاشبہ کسی
انسان میں اجزاءِ ایمان میں سے ایک جزءِ ایمان ہوتا ہے، اور کسی میں اجزاءِ کفر و نفاق
میں سے کوئی جزءِ کفر و نفاق کا ہوتا ہے۔ اور کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں تہ پر تہ کفر کی
چڑھی ہوتی ہے، اور اُسے کلیۃً اسلام سے پھیر دیتی ہے جیسا کہ صحابہ کرام میں سے سیدنا
ابنِ عباس وغیرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وغیرہ کفر دون کفر یعنی اسکے سوا کفر پر کفر ہے
یہ سلف کا عام قول ہے۔ انتہیٰ

اب تم اس فصل، اور سلف کے اجماع پر غور و فکر کرو، یہ گمان نہ کرنا کہ یہ خطاکار
ہیں کیونکہ حقیقۃً یہ وہ حضرات ہیں جن سے اپنی خطا کا گناہ اٹھا دیا گیا ہے، جیسا کہ متعدد
جگہ پہلے گزر چکا ہے۔ اب تم کم سے کم کفر کے ساتھ بھی اسکی تکفیر کرتے ہو، بلکہ تم تو اسکی بھی تکفیر
کرتے ہو جو محض تمہارے گمان میں کفر ہے، بلکہ صریح اسلام کے ساتھ بھی اسکی تکفیر کرتے ہو
حتیٰ کہ تمہارے نزدیک وہ شخص اسکی تکفیر میں جس کی تم تکفیر کرتے ہو توقف کرے، اور وہ
اس میں علاماتِ اسلام کو دیکھتے ہوئے تکفیر میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرے، تو تمہارے نزدیک
وہ بھی کافر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف

لائے، اور ہمیں اور تمہیں اُس صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائے جو اُن لوگوں کی راہ ہے جن پر اُس نے انعام فرمایا، یعنی وہ راہ نبیوں کی ہے، صدیقوں کی ہے، شہداء کی ہے اور صالحین کی۔

ظاہر ایمان پر حکم اسلام کا اجراء

فصل:۔ شیخ تقی الدین "کتاب الایمان" میں بیان کرتے ہیں کہ وہ ایمانِ ظاہر، جس پر دنیاوی احکام جاری ہوتے ہیں، اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ باطن میں بھی ایماندار ہے۔ بلاشبہ ایسے منافقین زبان سے کہا کرتے تھے کہ "ہم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایماندار نہ تھے" مگر وہ بظاہر ایماندار تھے، مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے، ان میں نکاح کرتے، اور ان کا ورثہ پاتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہرہ کے زمانہ میں منافقوں کا حال تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اُن کافروں کا حکم جاری نہ فرمایا جن کا کفر ظاہر تھا۔ نہ مناکحت میں، اور نہ وراثت وغیرہ میں۔ بلکہ جب عبداللہ بن اُبی منافق مرا ہے، حالانکہ وہ نفاق میں سب میں زیادہ مشہور تھا، تو اُسکے بیٹے نے اُسکا ورثہ لیا، اور وہ خیارِ مومنین میں سے تھے۔ اسی طرح تمام مرنے والے منافقین کا ورثہ مومنوں نے حاصل کیا۔ جب مسلمان انتقال کرتے تو وہ اُنکے وارث بنتے، اور مسلمانوں کے ساتھ ورثہ لیتے، باوجودیکہ معلوم تھا کہ وہ باطن میں منافق ہیں۔ اسی طرح حدود وحقوق میں تمام مسلمانوں کی مانند تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے، اور کچھ تو ان میں سے غزوۂ تبوک میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل وشہید کرنے کا عزم بھی رکھتے تھے۔۔ اِن سب کے باوجود ان پر اہلِ ایمان کے دنیاوی احکامِ ظاہرہ جاری تھے۔ اسکے بعد بیان کرتے ہیں کہ انکی جانیں اور اموال محفوظ تھے، اور اُن پر وہ کچھ حلال نہ تھا جو کفار سے تھا، اور وہ لوگ جو ظاہر کرتے کہ وہ مومن ہیں، بلکہ کفر کو ایمان سے کم ظاہر کرتے، اس پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اُس وقت تک جہاد کروں جبتک وہ اسکی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، پھر وہ یہ کہہ لینگے، تو وہ مجھ سے اپنی جان اور اموال کو بچا لینگے، مگر یہ کہ اُن کا حق وحساب اللہ پر ہے" اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم نے اسے قتل کیا بعد کہنے لا الٰہ الا اللہ کے؟
عرض کیا میرا خیال تھا کہ اس نے جان بچانے کے لیے زبانی کہا تھا۔ فرمایا کیا تم نے اسکا دل
چیر کر دیکھ لیا تھا؟ پھر فرمایا مجھے لوگوں کے دل اور شکموں کے چیرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔"
اور جب حضور سے کسی کے قتل کرنے کی اجازت لیجاتی، تو آپ فرماتے، کیا وہ نماز نہیں
پڑھتا، اور کیا وہ شہادت نہیں دیتا؟ پھر جب کہا جاتا کہ وہ منافق ہے، تو فرماتے اس کا
اور اسکے جان و مال کا حکم انکے غیروں کے خونوں کے مانند ہے۔ ان میں سے کچھ حلال قرار
نہیں دیتے، باوجودیکہ بکثرت لوگوں کے نفاق کا علم تھا۔ انتہٰی

ابن قیم "اعلام الموقعین" میں بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
کہ اللہ سبحانہٗ نے اپنی مخلوق پر اپنی طاعت فرض کی ہے، اور انکے لیے اور کوئی امر لازم نہیں کیا
اور کسی کی عیب چینی کا حکم نہیں دیا، نہ دلالت کے ذریعہ اور نہ گمان کے ذریعہ، کیونکہ انبیاء
علیہم السلام کے علم کے مقابلہ میں مخلوق کا علم ناقص ہے، حالانکہ انبیاء علیہم السلام کو
بھی جو اُن پر گزرتی ہے، اُس پر توقف کا حکم دیا گیا، یہانتک کہ خدا کی طرف سے اسکا حکم آجائے
بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی نبیوں پر حجتیں ظاہر فرماتا ہے، تو وہ دنیا میں اُن پر حکم نافذ فرماتے ہیں
بجز اسکے جس کا محکوم علیہ ہونا ظاہر ہو۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بت پرستوں
سے جہاد کرنا اُس وقت تک فرض ہے جبتک وہ کلمہ اسلام پڑھیں، جب وہ اسلام ظاہر کردیں
تو اُنکی جانیں محفوظ ہوجاتی ہیں۔ اب تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اُنکے اسلام کی تصدیق بجز خدا
کے کوئی نہیں جانتا۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے ظاہری اسلام پر
مطلع فرماتا ہے، اور آپ اُسے دوسروں سے چھپاتے ہیں، اور ظاہری مسلمانوں اور حقیقۃً منافقوں پر
حکم اسلام کے خلاف کچھ نہیں اجازت دیتے، اور کوئی فیصلہ دنیا میں انکے اظہار کے خلاف اُن پر
نافذ نہیں فرماتے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا

دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تم فرما دو ایمان نہیں لائے، بلکہ کہو اسلام ظاہر کیا۔

مطلب یہ کہ تم نے محض قتل وقید کے خوف سے زبانی اسلام ظاہر کیا ہے۔ پھر اللہ نے خبر دی کہ انکے لیے اتنا ہی کافی ہے، اگر یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں یعنی اگر یہ زبانی ہی اطاعتِ رسول کا اقرار کرلیں تو دنیا میں یہ بچ جائیںگے۔ اور منافقوں کے بارے میں جو کہ ایک دوسری ہی قسم ہے فرمایا:۔

إِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ۗ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۞ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (پ۲۸ سورۃ منافقون)	جب یہ منافقین آپ کے پاس آکر کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اسکے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔

یعنی انھوں نے اپنی قسموں کو قتل سے بچنے کی ڈھال بنا رکھی ہے۔ اور ارشاد باری ہے:۔

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ الآیہ	تمہارے سامنے عنقریب یہ قسمیں کھائیںگے کہ یقیناً تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔

تو اللہ نے انکے ظاہری قول کے مطابق حکم فرمایا، اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ایمان کے خلاف انکے لیے کوئی حکم دیا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم مرحمت فرمایا تھا کہ

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ	بلاشبہ یہ منافقین جہنم کے انتہائی نچلے درجہ میں ہونگے۔

تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم انکی باطنی حالت کی بنا پر ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں یہ حکم انکی ظاہری حالت پر ہے۔ اسکے بعد بیان کرتے ہیں کہ بلاشبہ منافقین نے خدا ورسول کے ارشاد کی ہر معاملہ میں تکذیب کی۔ اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسکی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دی، جیسا کہ انس روایت میں ہے جسے مالک نے از ابن شہاب،

از عطاء بن یزید از عبید اللہ بن یزید بن عاری بن جبار روایت کی ہے کہ ایک شخص پکڑ کر
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لایا گیا، پکڑنے والا نہیں جانتا تھا کہ کیسے پکڑا ہے،
یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو ملاحظہ فرمایا کہ یہ قیدی منافقین کے
کسی شخص کو قتل کے جرم میں پکڑ کر لائے ہیں۔ فرمایا کیا یہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتا؟
کہا ہاں! اور اسکے لیے نماز نہیں! اسکے بعد فرمایا مجھے ان لوگوں کے قتل کرنے سے روکا گیا ہے
پھر حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں حتیٰ کہ وہ
شہادت دیں۔ اسکے بعد ان کا حساب، انکا صدق، انکا کذب، اور انکی باطنی حالت اللہ کے
ذمہ ہے، وہی انکی باطنی حالتوں کا جاننے والا ہے، وہی ان پر حکم کرنے پر مالک ہے نہ کہ
اسکے انبیاء اور اس کی مخلوق کے حکام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بندوں کے
درمیان حدود اور آنکے جملہ حقوق میں جاری ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ حضور کے تمام احکام
انکی ظاہری حالت پر ہیں، اور اللہ ہی انکی باطنی حالتوں کو جانتا ہے۔ اب جو لوگوں پر انکے
ظاہر کردہ احوال کے خلاف حکم لگاتے، اور استدلال کرتے، اور انکے باطن پر ظاہر کے خلاف
حکم جاری کرتے یا استدلال کرتے ہیں، وہ میرے نزدیک قابلِ تسلیم نہیں اور کتاب و سنت کے خلاف ہے

اسکے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اور جو کلمۂ اسلام اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ لے تو وہ اسکا قبول کیا جائیگا، اور اس سے اسکے ظاہر و
باطن کے احوال بیان کرنے، اور جو لفظ بولے ہیں اسکے معنیٰ پر کوئی سوال نہ کیا جائے گا
اور اسکا باطن اور قلبی بھید اللہ ہی کی طرف ہیں، نہ کہ اسکے سوا کسی نبی وغیرہ کے ذمہ،
یہ اللہ اور اسکے دین کا ایسا حکم ہے جس پر تمام علماء امت مجتمع اور متفق ہیں۔ انتہی کلام الشافعی رحمۃ اللہ

ابن قیم، امام شافعی رحمۃ اللہ کا کلام نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہی احکام نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نافذ ہوئے، اور انہی پر صحابہ کرام، تابعین اخیار،
ائمۂ اسلام اور تمام متبعین علماء امت کا عمل رہا، اور قیامت تک
رہے گا۔ انتہی کلامہ

واجبات تکفیر

فصل :- تمہیں اہلِ علم کے کلام، اور انکے اجماع سے معلوم ہوچکا ہوگا کہ دین میں کسی کی تقلید اور پیشوائی جائز نہیں ہے، مگر اُسی کی جس میں مکمل طور پر تمام شرائطِ اجتہاد جمع ہوں۔ اور یہ مسئلہ گزر چکا ہے کہ جس میں شرائطِ اجتہاد نہیں ہیں، اُس پر واجب ہے کہ وہ صاحب الشرائط مجتہد کی تقلید کرے، اور خود کو اسکا پیروکار بنائے۔ اور اہلِ سنت وجماعت کا یہ اجماع بھی بیان ہوچکا ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا اقراری ہو، اور اسکا پابند ہو، اگرچہ اُس میں کوئی شائبہ کفرِ اکبر اور شرک کا پایا جائے، تو اُسکی اُسوقت تک تکفیر نہ کرینگے، جبتک اُس پر ایسی حجت نہ قایم ہو جائے، جسکے تارک پر کفر لازم ہو جائے۔ اور بلاشبہ بجز اجماعِ قطعی کے حجت قایم نہیں ہوتی، نہ کہ محض وہم وگمان سے۔ اور یہ حجت امام یا نائبِ امام ہی قایم کرتا ہے۔ بلاشبہ کفر اُسوقت ہی متحقق ہوتا ہے، جبکہ ضروریاتِ دینِ اسلام کا انکار کرے، مثلاً وجود اور توحیدِ باری تعالیٰ، اور رسالت کا انکار کرے، یا کسی امرِ ظاہر واضح کا انکار کرے، جیسے وجوبِ نماز وزکوٰۃ وغیرہ۔ اور اگر مسلمان رسول کا اقراری ہے اور اسکی طرف کسی قسم کا ایسا شبہ منسوب کیا جائے جسکا مثل پوشیدہ ہو، تو اُس کی تکفیر نہیں کیجائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ سنت وجماعت، ایسے شخص کی جو منسوب الی الاسلام ہو، اُسکی تکفیر سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں، حتی کہ انھوں نے مبتدعین کے ائمہ کی تکفیر میں بھی توقف[1] کیا ہے باوجودیکہ دفعِ ضرر کے لیے انھیں قتل کیا گیا، نہ کہ اُنکے کفر کی بنا پر۔ اور یہ کہ کسی ایک شخص میں کفر وایمان، اور نفاق وشرک جمع ہوسکتا ہے۔ اور ہر کفر کی تکفیر نہیں کیجائیگی۔ اور اگر وہ اسلام کا اقراری ہو، تو اُسے قبول کیا جائے گا، خواہ وہ اس میں صادق ہو یا کاذب۔ اگرچہ اُس سے بعض علاماتِ نفاق کا ظہور بھی ہوا ہو۔ بلاشبہ بے جھجک تکفیر کرنیوالے یہی اہلِ بدعت وہوا ہیں۔

---

[1] جیسے اس صدی کے مجددِ برحق رضی اللہ عنہ نے اسمٰعیل دہلوی کے ستّر کفریات گنا کر ارشاد فرمایا کہ ہم باوجود اسقدر کفریات کے اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں سمجھتے، اور تکفیر سے کفِ لسان کرتے ہیں اور اسی بنا پر کفرِ لزومی والتزامی کا فرق نکالا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے "الکوکبۃ الشہابیہ" کا مطالعہ کفایت کرے گا۔ ۱۲ - الرضوی

اور بلاشبہ جہالت، کفر سے معذور رکھتی ہے، اسی طرح شبہ بھی اگرچہ ضعیف و کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ اسکے سوا اور بھی معذورات ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب اگر تم اس سے اتفاق کرو، تو تمہاری اپنی بدعت سے باز رہنے کیلیے یہ تنبیہ کافی ہے۔ جس بدعت کی وجہ سے تم جماعتِ مسلمین، اور ائمہ مسلمین سے جدا ہوئے ہو۔ یہ ہمارا استنباط واجتہاد نہیں ہے، بلکہ ہم نے علماء کے کلام کی حکایت، اور مجتہدینِ کاملین کے ارشادات کو نقل کیا ہے۔

اسکے بعد ہم ان وجوہ کے ذکر و بیان کی طرف رجوع ہوتے ہیں، جو کہ تکفیرِ مسلمین کی بناء پر تمہارے مذہب کی عدم صحت پر دلالت کرتی ہیں۔ چونکہ تم ہر شخص کو اسلام سے نکال لیتے ہو، جو غیر اللہ کو پکارے، یا غیر اللہ کیلیے نذر دے، یا غیر اللہ کے لیے ذبح کرے، یا قبر سے برکت چاہے، یا اسے ہاتھ سے چھوئے وغیرہ۔ یہ وہ مسائل ہیں جنکی بناء پر تم مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، بلکہ اسے بھی کافر کہتے ہو، جو اسے کافر نہ کہے، حتیٰ کہ تم نے بلادِ اسلام کو، بلادِ کفر و حرب بنا دیا۔

جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ان مسائل میں تمہارا قصد قرآن سے استنباط کرنا ہے، تو بلاشبہ اجماع پہلے گزر چکا ہے کہ تمہاری طرح کا استنباط کسی نے جائز نہیں رکھا ہے، اور تمہارے لیے یہ حلال ہی نہیں کہ جو تم نے سمجھا ہے اس پر اعتماد کرو، بغیر کسی اہلِ علم کی اقتداء و تقلید کے۔ اور یہ بھی، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی مومن کے لیے حلال نہیں کہ جو تم نے بغیر تقلید و اقتداءِ ائمہ، سمجھا ہے اس میں وہ تمہاری تقلید کرے۔

اب اگر تم یہ کہو کہ بعض اکابر اہلِ علم کی پیروی میں یہ ہے کہ ان افعال میں شرک ہے تو ہم جواب میں کہینگے کہ ہم اس میں تمہاری موافقت کرتے ہیں کہ اس میں کچھ شائبہ شرک ہے لیکن اہلِ علم کے کلام کے کس حصہ سے تم نے یہ اخذ کیا کہ یہ وہی شرک اکبر ہے جس کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا، اور یہ وہی شرکِ اکبر ہے جسکی بناء پر جان و مال حلال ہو جاتا ہے، اور ان پر مرتدین کے احکام جاری ہو جاتے ہیں؟ اور اگر کوئی اسکے کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے؟ ہم پر واضح کرو کہ مسلمانوں کے کس امام و مجتہد نے ایسا کہا ہے، ان کا کلام نقل کرو، اور ان کا مقام بتاؤ؟ کیا اس پر سب کا

اجماع ثابت ہے، یا اس میں اختلاف ہے؟ ہم نے اہلِ علم کے بعض مباحث و کلام کا
مطالعہ کیا ہے، تمہارے اس کلام کی مانند ہم نے کہیں نہیں پایا۔ بلکہ جو ہمارے مطالعہ
میں آیا ہے، وہ تو اسکے خلاف پر ہی دلالت کرتا ہے۔ بلاشبہ کفر، ضروریاتِ دین کے
انکار سے لازم آتا ہے، جیسے وجود و وحدانیتِ باری تعالیٰ، اور رسالت وغیرہ مسائلِ ضروریہ
یا ایسے اجماعی مسائل، جن پر اجماع ظاہر و قطعی ہو، انکا انکار کرے، جیسے وجوبِ ارکانِ اسلام
خمسہ، یا وہ جو انکے مشابہ ہیں۔ باوجود اسکے اگر وہ اسکا جہالت سے انکار کرتا ہے، تو تکفیر
نہ کیجائے گی، یہانتک کہ اُسے اتنا زیادہ سمجھایا جائیگا کہ اُس سے جہالت دور ہو جائے۔
اُسوقت، وہ اللہ تعالیٰ، اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جھٹلانے والا بنے گا۔ لیکن وہ
مذکورہ مسائل جنکی بنا پر تم مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، وہ تو ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہیں۔
اور اگر تم یہ کہو کہ یہ مسائل ایسے اجماعی ہیں جنکا اجماع ظاہر ہے اور ہر خاص و عام جانتا ہے
تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اسکے ثبوت میں علماء کا کلام لاؤ۔ اگر صراحت سے نہ لا سکو، تو انہیں
سے کلام کا ہزارواں حصہ لاؤ۔ اگر یہ بھی نہ کر سکو، تو لاکھواں حصہ لے آؤ۔ اگر یہ بھی نہ کر سکو تو
کروڑواں حصہ لے آؤ۔ اگر یہ بھی نہ کر سکو، تو کروڑویں حصہ کا دسواں حصہ لے آؤ، جس سے یہ
ثابت ہو جائے کہ اسکا شرک ہونا ایسا ہی اجماعی ہے جیسے کہ نمازِ پنجگانہ وغیرہ۔ ہم کہے دیتے ہیں
کہ تم ہرگز ثبوت میں نہ لا سکو گے، بجز "الاقناع" کی اُس عبارت کے جو شیخ کی طرف منسوب ہے
اور وہ عبارت یہ ہے کہ "جو اللہ اور اُسکے بندوں کے درمیان عبادت میں کسی کو واسطہ
بنائے" پھر یہ کہ یہ عبارت بھی مجمل ہے۔ اور ہم تو تم سے کسی مجتہد اہلِ علم کا کلام طلب کر
رہے ہیں، تاکہ ہماری جہالت دور ہو جائے۔ لیکن سب سے تعجب والی بات یہ ہے کہ تم انکی
عبارت سے مصنف کی منشا و مراد کے خلاف استدلال کرتے ہو۔ انھوں نے جا بجا اپنے کلام کی
خصوصیات پر اپنی کتابوں میں اُن چیزوں کا تذکرہ کیا ہے جن سے کفر لاحق ہوتا ہے، اُسکے
برعکس تم کہتے اور کرتے ہو، بلکہ انھوں نے نذر اور ذبح کو دعا کے ضمن میں اور ان
مسائل میں سے بعض کو مثلاً تبرک، چھونا، تبرک کے لیے قبر کی مٹی لینا، اور اسکا طواف کرنا وغیرہ

کو مکروہات کے باب میں ذکر کیا ہے۔ بلا شبہ علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور "الاقناع" کے مصنف کے الفاظ میں ہے کہ کہا "قبر کے پاس شب گزارنا، قبر کو پختہ کرکے بیل بوٹے سے آراستہ کرنا، قبر کو بوسہ دینا اور اسکا طواف کرنا، منتیں ماننا، رقعہ لکھ کر قبر کے پاس رکھنا چادر سے قبر کو ڈھانپنا، اور بیماریوں کیلئے قبر کی مٹی سے شفاء حاصل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ سب بدعت ہیں" انتہیٰ حالانکہ تم لوگ ان باتوں کو کفر بتاتے ہو۔

پھر اگر تم یہ کہو کہ "الاقناع" کے مصنف اور دیگر علماءِ حنابلہ مثلاً صاحب "الفروع" وغیرہ جاہل ہیں، وہ ضروریات دین کو نہیں پہچانتے ہیں؟ بلکہ تمہارے نزدیک تمہارے مذہب کے لزوم سے وہ سب کافر ہیں؟ تو جواب میں کہونگا کہ یہ حضرات اپنا اختراعی مذہب نہیں بیان کر رہے ہیں، اور نہ وہ ایسے ہیں، اور نہ ان سے ایسا گمان ہو سکتا ہے، بلکہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جو ائمۂ اسلام میں سے ایک ہیں، اور انکی امامت پر امت کا اجماع ہے، انکے مذہب کی حکایت و نقل کرتے ہیں۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ جاہل پر تمہاری تقلید واجب ہے اور ائمۂ اہلِ علم کی تقلید کا چھوڑنا لازم ہے؟ بلکہ ائمۂ اہلِ علم کا اجماع ہے، جیسا کہ گزرا کہ مجتہدین کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں ہے۔ اور ہر وہ شخص جو مرتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچے اس پر واجب ہے کہ وہ مذاہبِ اہلِ اجتہاد پر فتویٰ دے اور حکایت کرے۔ البتہ مستفتی کو اسکی اجازت ہے کہ وہ ان میں سے جس سے چاہے فتویٰ لے سکتا ہے، کیونکہ یہ سب اہلِ اجتہاد کے مذاہب کی حکایت کرنیوالے ہیں۔ اور تقلید تو مجتہد کی ہوتی ہے نہ کہ حکایت کرنے والے (مفتی) کی۔ یہ تفصیل عام طور پر اہلِ علم میں موجود ہے، اگر اسے اسکی جگہ تلاش کرنا چاہو تو تمکو مل جائے گی۔ اور تمہاری کفایت کے لیے تو اتنا لکھا ہوا بھی کافی ہے۔

حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ ان عبارتوں کا مقصود جن سے تم تکفیرِ مسلمین پر استدلال کرتے ہو یہ ہے ہی نہیں۔ اور نہ یہ تمہاری مراد پر دلالت کرتی ہیں۔ اور جو ان عبارتوں کو نقل کرے، تو ان سے وہی استدلال کریگا، جو انھوں نے ذکر کیا ہے، یعنی نذر، دعا اور ذبح وغیرہ کو انہی ابواب کے ضمن میں بیان کریگا جن ابواب میں انھوں نے ذکر کیا ہے، اور ایسا کفر نہیں بنا سکتا

جس سے وہ ملت سے نکل جائے، سوائے اس کے جسکا ذکر شیخ[۵۱] نے بعض جگہوں میں کیا ہے کہ "دعا کی ہی ایک قسم یہ ہے کہ گناہوں کی مغفرت، کھیتوں کی افزائش وغیرہ کی دعا کرنا ہے"۔ اسکے سوا اور بھی مسائل انھوں نے بیان کیے ہیں۔ یہ سب اگرچہ کفر ہیں، لیکن اسکے کرنیوالے کی تکفیر نہ کیجائے گی، جبتک کہ اس پر ایسی حجت قائم نہ ہو جائے جسکے تارک پر کفر متحقق ہوتا ہے، اور شبہ زائل ہوتا ہے۔ حالانکہ انھوں نے دعائے مذکور کے ضمن میں ایسی تکفیر کا ذکر ہی نہیں کیا جو اجماعی ہو۔ حتیٰ کہ تم شیخ کی عبارت سے ایسا استدلال کرتے ہو، بلکہ تمہارے قول سے لازم آتا ہے کہ خود شیخ کی ذات، اور انکے ساتھی سب کی تکفیر ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے جو عبارت کا مفہوم نادرست تم سمجھتے ہو اُس سے محفوظ رہنے کی دعا مانگتے ہیں۔

بلاشبہ علماءِ اہلِ سنّت نے خواہ وہ چاروں مذہب میں سے کسی کے مقلد ہوں ہر ایک نے "کتاب الردّۃ" میں اُمورِ مکفرہ کو جُدا جُدا شمار کرایا ہے، ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو غیر اللہ کے لیے نذر مانے وہ کافر ہے، بلکہ شیخ نے خود اس عبارت کے ساتھ جس سے تم استدلال کرتے ہو، ذکر کیا ہے کہ استغاثہ کے لیے کسی شیخ کی نذر ماننا ایسا ہی ہے جیسے کسی مخلوق کے ساتھ قسم کھانا ہے، جیسا کہ انکا کلام پہلے گزر چکا۔ کسی مخلوق کی قسم کھانا، یہ شرکِ اکبر نہیں ہے۔ بلکہ شیخ نے یہاں تک لکھا ہے کہ جو کہے میری نذر مانو تمہاری حاجتیں پوری ہو جائینگی

---

[۵۱] ابنِ تیمیہ نے اگرچہ ان امور کو علی العموم داخلِ کفر کیا ہے، اور حضرت شیخ نے الصواعق میں ذکر کیا لیکن یہ الزاماً ہے، ورنہ یہ تمام امور علی العموم داخلِ کفر نہیں۔ (امام اجل علامہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ میں ارشاد فرماتے ہیں ومن ھٰذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بقبور الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذالک علی حصول شفاء او قدوم غائب فانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین لقبورھم کما قال الفقہاء فیمن دفع الزکاۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنیٰ لا باللفظ ظاہر ہے کہ نذر و دعا فقہی نہیں؟ اور اس کی بہت سی مثالیں کلام علماءِ دین میں موجود ہیں و لمذا امنہا بینت فی رسالتی المسماۃ بحقوق المحاور فی ارض المقابر۔ ومسئلۃ الذبح فتفصیلہا فی رسائل استاذنا المجدد اعظم رضی اللہ عنہ فلیطالع ثم ۱۲ - المرضوی

اس سے توبہ لی جائے۔ پھر توبہ کرے، تو بہتر، ورنہ زمین پر فساد کرنے کی کوشش میں قتل کردیا جائے۔
تو شیخ نے اسکا قتل حدًّا قرار دیا، نہ کہ بربناء کفر۔ اسی طرح خصوصیت کے ساتھ نذر میں شیخ کا
کلام پہلے گزر چکا ہے، جو کہ ہر طرح کافی ہے۔ انھوں نے وہاں بھی یہ نہیں کہا کہ جو غیر اللہ سے
مانگے وہ کافر ہے، بلکہ آگے ان شاء اللہ۔ ان کا ایسا کلام آرہا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ کفر نہیں ہے
اور نہ ذبح لغیر اللہ کو کفر کہا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ وہ مسئلہ کو تو بیان کر جاتے ہیں، مگر وہ اسکے
معنی کو نہیں جانتے تھے؟ یا وہ قصدًا لوگوں کو وہم میں ڈالتے اور دھوکہ دیتے تھے؟ یا وہ تمہارے
اس مفہوم پر جو تم انکی عبارتوں سے سمجھتے ہو لوگوں کو چھپے سکھاتے، اور وہ اسکی خصوصیت نہ ہوتی
جو بیان کرتے تھے؟ یا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کا کلام جہالت سے ہے؟ یا انھوں نے اس کفر
صریح کو چھوڑ دیا ہے جس سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، اور اسکی جان و مال حلال بن جاتی ہے؟
حالانکہ انکے زمانہ میں بھی اس قسم کے عمل دن رات علانیہ لوگ کرتے تھے، انھوں نے اس کو
بیان کرنے سے چھوڑ دیا بلکہ اسکے خلاف بیان کردیا؟ یہاں تک کہ اب تم آئے ہو اور انکے کلام
سے استنباط کرتے ہو؟ نہیں، خدا کی قسم! انکی وہ مراد ہی نہ تھی جو تم مراد لیتے ہو۔ بلاشبہ وہ
حق کی گہرائی میں تھے اور تم قعرِ ضلالت میں! اور جو کچھ تمہارے کلام اور تمہاری تکفیرِ مسلمین
سے ظاہر ہوتا ہے وہ درست نہیں ہے۔ بلاشبہ توحید و رسالت کی شہادت کے بعد
ارکانِ اسلام میں نماز سب سے اعظم رکن ہے۔ اسکے بعد انھوں نے ذکر کیا کہ جو دکھاوے
سے نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ اسے اس پر رد کردیگا اور اسے قبول نہ کریگا، بلکہ اللہ تعالیٰ
فرمائیگا کہ میں شرک کے شریکوں سے بے نیاز ہوں، جو کوئی ایسا عمل کرے جس نے میرے علاوہ
کو اس میں شریک بنایا ہے میں اسے اور اسکے شرک کو چھوڑ دونگا۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ
اس سے فرمائیگا کہ اپنے اس عمل کے بدلے مجھ سے اپنا ثواب مانگو۔ تو انھوں نے اس میں
عمل کا بطلان تو ظاہر فرمایا، مگر اسکے کرنے والے کو نہ کافر کہا اور نہ اسکی جان و مال کو حلال کہا
بلکہ جو اسکی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔ جیسا کہ تمہارا مذہب ہے کہ تم اس سے بہت کم پر بھی
تکفیر کرتے ہو انھوں نے تکفیر نہ کی۔ یہی حال اس سجدہ کا ہے جو حیثیت نماز میں اعظم رکن ہے

اور وہ نذر و دعا وغیرہ سے اعظم ہے، انھوں نے ان میں فرق کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جو سورج، چاند، ستارے یا بت کو سجدہ کرے، وہ کافر ہے، جو انکے ماسوا کو سجدہ کرتا ہے اسکی تکفیر نہیں کرتے، بلکہ اسے کبائر محرمات شمار کرتے ہیں۔ لیکن حقیقۃ الامر یہ ہے کہ تم نہ تو اہل علم کی تقلید کرتے ہو اور نہ انکی عبارتوں کو مانتے ہو۔ بلاشبہ تم اپنے ہی اختراعی مفہوم و استنباط کو ایسا حق جانتے ہو کہ جو اسکا انکار کرے گویا اس نے ضروریات دین کا انکار کیا۔

لیکن تمہارا استدلال مشتبہ عبارتوں سے ہے جو کہ تلبیس ہے۔ مگر ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے اس مذہب کی موافقت میں ائمہ اہل علم کا کلام ہمارے اور لوگوں کیلئے واضح طور پر بیان کرو، اور انکا ایسا کلام بتاؤ جو شبہات کو دور کردے، حالانکہ تمہارے پاس سوائے تہمت، گالی، الزامات، الزام تراشی اور تکفیر مسلمین کے کچھ نہیں ہے۔ اب اللہ تعالےٰ ہی مددگار ہے کہ اس امت کا انجام ویسا ہی ہو جیسا کہ ان پہلوں کا ہوا جنکے بیے خدا نے شریعت نازل فرمائی، وہ انھیں محفوظ رکھے۔

دعا و نذر میں کفر نہیں سنت کے مطابق ہے

فصل:۔ وہ دلائل کہ تم جنکی تکفیر کرتے ہو، انکی تکفیر میں تمہاری عدم درستگی ثابت ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دعا اور نذر ایسا کفر نہیں جس کی بنا پر وہ ملت سے نکل جائے، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ شبہات سے حدود اٹھ جاتے ہیں۔ بلاشبہ حاکم نے اپنی "صحیح" میں اور ابو عوانہ اور بزار نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن سنی نے بروایت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے ارشاد فرمایا "جب تم میں سے کسی کا جانور جنگل و بیابان میں گم ہو جائے، تو باآواز بلند تین مرتبہ یہ کہے" اے اللہ کے بندو! اسے روک لو"۔ بلاشبہ اللہ کے بندے موجود ہوتے ہیں وہ اسے روک لینگے۔ اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر کوئی مدد طلب کرنا چاہے، تو وہ کہے کہ "اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو" اس حدیث کو ائمہ عظام نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، اور اشاعت کیلئے اسے نقل کیا ہے

تاکہ اُمت اسے یاد کرلے، اور کسی نے اسکا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ امام نووی نے "الاذکار" میں، ابن قیم نے اپنی کتاب "الکلم الطیب" میں، اور ابن مفلح نے "الآداب" میں ذکر کیا۔ ابن مفلح اس حدیث کو "الآداب" میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن امام احمد رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو فرماتے سنا ہے کہ میں پانچ مرتبہ اس حدیث کے مطابق امداد طلب کی ہے اور ہر مرتبہ انھوں نے مجھے راہ دکھانے کی فضیلت بخشی ہے۔ میں سفر کر رہا تھا (راہ گم ہونے کی صورت میں) میں نے باآواز بلند کہا "اے اللہ کے بندو! مجھے راہ بتاؤ" میں برابر کہتا رہا یہاں تک کہ میں راہ پر لگ گیا۔ انتہیٰ

اقول (علامہ سلیمان بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ) تم کیسے اس کی تکفیر کرتے ہو جو کسی غائب یا کسی مُردے کو پکارے اور سوال کرے، بلکہ تمہارا گمان تو یہ ہے کہ وہ کفار جنھوں نے اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے، اُن کا شرک اُس شخص سے خفیف و ہلکا ہے، جو خشکی و تری میں غیر اللہ کو پکارے اور سوال کرے۔ اس مفہوم پر تمہارے اس استدلال کو کہ نہ تمہارے اور نہ کسی اور کیلیے یہ جائز ہے، کیسے اعتماد کیا سکتا ہے کیا تم اس حدیث کو صحیح اور حنبلی قرار دیتے ہو، اور اسکے مضمون کے موافق علماء کے عمل کو اس شخص کے لیے جو ایسا کچھ کرے مشتبہ بتاتے ہو؟ کیونکہ تم گمان رکھتے ہو کہ یہ شرکِ اکبر ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

"مختصر الروضۃ الصحیح" میں فرمایا ہے کہ بلاشبہ وہ شخص جو توحید و رسالت کی شہادت دیتا ہو اُس کی علی الاطلاق بدعت پر تکفیر نہ کیجائے گی اور اسکے عمل کی تاویل کیجائے گی کہ اسے عمل کی مثلیت میں شبہ ہو گیا ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے ہمارے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ نے راجح رکھا ہے۔ انتہیٰ

کیا تم گمان کرتے ہو کہ غائب کو پکارنا ضرورتِ دینیہ کا کفر ہے۔ اور اسے ائمہ اسلام نہیں جانتے تھے۔ کیا تم گمان رکھتے ہو کہ تمہارے اس قول کے درست و صواب ہونیکی تقدیر پر تمہارے کلام سے لوگوں پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ ہم شیخ تقی الدین کے اس کلام کو

بیان کر چکے ہیں، جنکی عبارت کا سہارا لیکر تم نذر و دعا کی بنا پر مسلمانوں کی تکفیر پر استدلال کرتے ہو۔ اس میں جو بیان ہو چکا ہے، اگرچہ وہ کافی ہے، لیکن مزید فائدہ کیلئے بیان کرتا ہوں کہ شیخ "اقتضاء صراطِ مستقیم" میں فرماتے ہیں کہ جو بقعہ (زمین کے کسی ٹکڑے) کا ارادہ کرے اور اپنے اس قصد سے خیر کی توقع رکھے، تو اسے شریعت نے مستحب نہیں رکھا ہے، کیونکہ یہ منکرات سے ہے، اور بعض، بعض سے اشد ہے، برابر ہے کہ وہ درخت ہو یا چشمہ، میدان ہو یا پہاڑ، یا جنگل، اور یہ بہت ہی قبیح ہے کہ اس بقعہ سے نذر مانی جائے اور کہا جائے کہ یہ نذر کو قبول کرتا ہے، جیسا کہ بعض گمراہ لوگ کہتے ہیں۔ کیونکہ باتفاقِ علماء ایسی نذر، نذرِ معصیت ہے اس کا ایفا کرنا جائز نہیں۔ پھر انھوں نے متعدد مواقع پر بیان کیا ہے کہ حجاز کے اکثر شہروں اور اسکے بکثرت دیہات میں کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں۔ اور اسی کتاب کی دوسری جگہ کہتے ہیں کہ سائلین کبھی دعائے حرام مانگتے ہیں، جہاں اس سے غرض حاصل ہوتی ہے وہاں اس سے ضررِ عظیم بھی پہنچتا ہے۔ پھر بیان کیا کہ کاش انکے لیے نیکیاں ہوتیں جنکی وہ تربیت کرتے، تو اب اللہ تعالیٰ ان سے ان کو معاف فرمائے۔ اسکے بعد انھوں نے کہا کہ ہمیں ایک حکایت سنائی گئی کہ مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے بعض مجاوروں کو کسی خاص قسم کے کھانے کی خواہش ہوئی، پھر کچھ ہاشمی لوگ انکے پاس آئے تو ان سے کہا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف یہ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارے پاس سے لیجاؤ، کیونکہ ہمارے پاس وہ رہے، جسکو اس قسم کی خواہش نہ ہو۔ کہا کہ شیخ مدینہ اور دوسرے لوگوں نے انکی ضرورتوں کو پورا کر دیا، اور انھوں نے اپنے اجتہاد یا مجتہدین کی تقلید یا اپنی کمی علم سے اس قسم کی باتیں ان سے نہ کہیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جاہل کو وہ چیزیں معاف ہیں، جو دوسروں کو نہیں۔ لہٰذا وہ جو اس باب میں بیان کیا ہے عام ہے، کیونکہ وہ لوگ کم علم و معرفت والے ہیں۔ اور اگر یہ شریعت اور دین ہوتا، تو یقیناً اہلِ علم و معرفت زیادہ لائق تھے کہ وہ فاعل کے عفو و مغفرت اور اباحتِ فعل کے درمیان فرق بیان کرتے بلاشبہ تم نے جان لیا ہوگا کہ وہ جماعت جس نے انبیاء و صالحین کی زیارت گاہوں (قبروں)

سے اپنی حاجتوں کے بارے میں سوال کیا، اور آنکی حاجتیں پوری ہو جانے کے باوجود اُن کو نکال دیا گیا، جیسا کہ بیان ہُوا، کیونکہ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے جس کی پیروی کیجائے۔

اور وہ امور جن کا اثبات افعالِ مستحبہ میں ہے، اور وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، اور جن پر سلفِ صالحین کا عمل ہے، وہ اِن امورِ محدثہ کے ماسوئی ہیں، تو اِن امورِ محدثہ کو مستحب نہیں کہا جا سکتا، اگرچہ بعض اوقات فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔

نیز فرمایا نذورِ محرمہ کو شریعت میں پھیر دیا گیا ہے، وہاں کے رہنے والوں یا مجاورین اعتکاف کرنیوالوں کے کھانے پینے کی طرف وہ نذر ماننے والے ہیں، جو اِن میں سے کوئی کہتا ہے میں بیمار ہوں، تندرستی پر نذر پیش کرونگا، یا کوئی کہتا ہے کہ جنگ کرنیوالے دفع ہو جائیں، تو نذر ادا کرونگا۔ یا کوئی کہتا ہے کہ مجھے سمندر کا سفر درپیش ہے، سلامتی پر نذر پیش کرونگا۔ یا کوئی کہتا ہے میں قید میں ہوں، رہائی پر نذر دونگا وغیرہ، تو ان لوگوں نے ان نذروں سے اپنے لیے حصولِ مطلب اور دفعِ ضرر کو قایم کر لیا ہے۔ بلا شبہ صادقِ مصدوق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خبر دی ہے کہ طاعتِ الٰہی سے ہٹکر معصیت والی نذر ماننے میں کوئی خیر کا ذریعہ نہیں ہے، بلکہ تم بہت سے لوگوں کو پاؤ گے جو کہینگے کہ فلاں درگاہ میں یا فلاں جگہ میں نذر مقبول ہوتی ہے۔ تو ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اگر تم وہاں نذر مانوگے، تو تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔

اسکے بعد کہتے ہیں کہ وہ جو روایت ہے کہ ایک شخص نے روضۂ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آکر خشک سالی کی شکایت کی، تو اُس نے دیکھا کہ آپ سے حکم ہوا ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں جائے۔ چنانچہ اس پر حضرتِ عمرؓ نے حکم دیا کہ لوگ دعائے استسقاء کیلیے نکلیں کہتے ہیں کہ اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جو حضور کے قریب رہنے والوں سے واقع ہوئے ہیں، اور میں واقعات سے باخبر بھی ہوں۔ اسی طرح بعضوں کا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے سوا کسی اُمتی سے اپنی حاجت کے لیے سوال کرنا، پھر اُسکا پورا ہو جانا، اس قسم کے

بہت سے واقعات ہیں، لیکن تمہیں یہ علم ہونا چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کو قبول کرنا، یا آپ کے سوا کسی اور نیک صالح امتی کا ان سائلین کی حاجتوں کو پورا کرنے سے سوال کرنے کے استحباب پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان میں کے اکثر سائلین ایسے ہیں جو اپنے حال میں سخت پریشان اور مضطرب تھے۔ اگر ان کی دعاؤں کو قبول نہ کیا جاتا، تو ان کا ایمان ڈگمگا جاتا، جس طرح کہ ان کی حیات ظاہرہ میں سائلوں کے ساتھ سلوک کرنے کا معاملہ رہا۔

نیز شیخ بیان کرتے ہیں کہ حد یہ ہے کہ بعض قبروں پر سال کے ایک خاص دن میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، اور دور دراز شہروں سے سفر کر کے ماہ محرم یا صفر یا عاشورہ وغیرہ میں بالارادہ آتے ہیں۔ اور اس خاص دن میں ایسا ہی اجتماع کرتے ہیں، جس طرح سال کے خاص دنوں سے عرفات، مزدلفہ وغیرہ میں اجتماع ہوتا ہے۔ بسا اوقات اس قسم کے اجتماعات، دین و دنیا میں اشد ترین ممنوع ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں قبر کے حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ غرضکہ قبروں کے پاس اس قسم کے یہ افعال وہی ہیں جنکے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت منقول ہے۔ اور نہی افعال کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے منکر رکھا ہے، فرماتے ہیں کثرت سے لوگوں نے اس میں بہت زیادتی کی ہے۔ پھر امام احمد رحمۃ اللہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کے پاس جو ہوتا ہے، اسکا ذکر فرمایا۔ شیخ بیان کرتے ہیں کہ اسی قبیل سے وہ افعال ہیں جو مصر میں قبر نفیسہ کے پاس ہوتے ہیں، اور عراق میں اس مقام پر جسے قبر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے، اور سیدنا امام حسین کے روضہ پر، اور دیگر اسلامی شہروں کی قبروں پر ہوتا ہے ان سب کا حصر و شمار دشوار ہے۔ انتہی

تو اے اللہ کے بندو! شیخ کے کلام پر غور و فکر کرو۔ یہ وہ مقام ہے جس سے تمہارا وہ مفہوم جو آنکے کلام کی عبارت سے استدلال کرتے ہو، رد ہوتا ہے۔ اور تمہاری تکفیر مسلمین کا بطلان ہوتا ہے۔ اب ہم فائدہ کی تکمیل کے لیے مزید اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

پہلا اقتباس: روضۂ منورہ[1] کی زیارت، اور چشمے، درخت، اور غاروں سے نذر ماننے کے سلسلہ میں شیخ بیان کرتے ہیں کہ یہ منکرات میں سے ہیں، ان کا ایفا واجب نہیں ہے۔ مگر اسکے کرنیوالے کو کافر و مرتد، حلال المال والدم نہیں کہا، جیسا کہ تم کہتے ہو۔

دوسرا اقتباس: بلاشبہ کچھ لوگ نذر ماننے، اور مذکورہ مقامات کی طرف بالقصد زیارت کرنے کا حکم دیتے ہیں، تو انھوں نے اسکا نام ضلال رکھا اور کفر نہ کہا، جیسا کہ تم کہتے ہو۔

تیسرا اقتباس: مذکورہ مقامات، اور وہاں کے مقابر اور بلادِ اسلامیہ ان افعال کے کرنیوالوں سے قدیم سے بھرے ہوئے ہیں، تو نہ تو شیخ نے اور نہ کسی اہل علم نے یہ کہا کہ یہ سب بلادِ کفر ہیں، جیسا کہ تم انکے رہنے والوں کی تکفیر کرتے ہو، بلکہ جو انھیں کافر نہ کہے اس کی بھی تم تکفیر کرتے ہو۔

چوتھا اقتباس: بلاشبہ انھوں نے اہلِ قبور سے طلب و استدعا کے ذکر میں کہا یہ بکثرت شائع و جاری ہے، اسکا انتہائی حکم یہ ہے کہ وہ حرام ہے، بلکہ اس خصوص میں مجتہد یا مقلد یا جاہل سے خطا جاتی رہتی ہے، حالانکہ تم ان امور کے کرنیوالے کو اُن سے بڑا کافر گردانتے ہو، جن کفارِ قریش نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے۔

پانچواں اقتباس: بلاشبہ غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ مسلم جانتا ہے کہ اللہ نے اسے مشروع قرار نہیں دیا ہے، حالانکہ تم لوگ کہتے ہو کہ مسلمان جانتا ہے کہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے جو کہ کفر ہے۔ حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ اسے جانتے ہیں، اور اس کے کرنیوالے کی تکفیر نہیں کرتا

---

[1] یہ ابنِ تیمیہ کا مذہب نامہذب ہے، اور شیخ سلیمان نے ردِّ وہابیت میں ذکر کیا ہے، ورنہ اُمت اور علماءِ محققۂ اہلِ سُنّت کا اجماع ہے کہ زیارتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اعظم سنیات اور اہم مستحبات سے ہے، بلکہ جو حج کو جاکر بلا زیارتِ اقدس روضۂ اطہر واپس آجائے وہ اپنے اوپر ظلم و جفا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ خود حدیث شریف "من حج ولم یزرنی" الحدیث اس پر شاہد ہے۔ زیارتِ روضہ کو منع کرنا قدماءِ وہابیہ کا شعار رہا ہے، ابنِ تیمیہ و ابنِ قیم کو چونکہ ابنِ عبدالوہاب نجدی اپنا امام مانتا ہے اس لیے جناب شیخ سلیمان نے انکی عبارات ذکر کی ہیں، خود جناب شیخ سلیمان مصنف اسکے سُنّت ہونے کے قائل ہیں، جیسا کہ ابھی اُنکے کلام میں گزر چکا ۱۲۔ الرضوی

وہ بھی کافر ہے، تو اے اللہ کے بندو! خبردار ہو جاؤ۔

چھٹا اقتباس :- انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، یا کسی اور صالح امتی کا ان پریشاں حال سائلوں کی استدعا کو قبول کرنا اسلیے تھا کہ اگر وہ قبول نہ کرتے، تو ان کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا! تو انھوں نے ان کو مومن قرار دیا، اور انکی اجابت دعا کو اللہ تعالی کی جانب سے رحمت قرار دیا، تاکہ ان کا ایمان مضطرب اور خطرے میں نہ پڑ جائے، اور تم لوگ کہتے ہو کہ جو ایسا کرے، وہ کافر ہے، اور جو اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

ساتواں اقتباس :- بلاشبہ یہ امور، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا صحابہ کرام کے زمانہ میں پیش آئے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قحط اور خشک سالی کی شکایت کی گئی، اور حضور نے خواب میں حکم دیا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جائے"؛ تو انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا، مگر تم لوگ اس قسم کی باتوں سے کافر گردانتے ہو۔

آٹھواں اقتباس :- بلاشبہ یہ باتیں، امام احمد رحمۃ اللہ کے زمانہ سے پہلے ائمہ اسلام کے زمانہ میں رونما ہوئیں اور کسی نے انکو منکر قرار نہ دیا، مگر اسکے باوجود تمام بلادِ اسلامیہ ان باتوں کے کرنیوالوں سے ہمیشہ بھرے رہے، جن کی وجہ سے تم انکی تکفیر کرتے ہو۔ بایں ہمہ مسلمانوں کے اماموں میں سے کسی ایک نے بھی انکی تکفیر نہ کی، نہ انکو مرتد کہا، نہ ان پر جہاد کا حکم دیا، اور نہ بلادِ اسلامیہ کا نام "بلادِ شرک، وحرب" رکھا، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو، بلکہ تم اس کی بھی تکفیر کرتے ہو، جو اسکے کرنے والے کی تکفیر نہ کرے، اگرچہ وہ ان افعال کو نہ کرتا ہو۔ کیا تم گمان رکھتے ہو کہ یہ امور اسی قبیل سے ہیں جنکے کرنیوالے پر عبارتوں میں اجماعی کفر بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ ائمہ کرام کے زمانہ کو آٹھ سو سال گذر چکے ہیں (اور اب تو نو سو سال گذر چکے) باوجودیکہ علماءِ اسلام میں سے کسی عالم نے بھی ایسی روایت بیان نہیں کی جس میں انھیں کافر کہا گیا ہو۔ بلکہ عقلمند سے ایسا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدا کی قسم! تمہارے قول سے لازم آتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ کے زمانہ کے بعد تمام امت اور انکے علماء و امراء اور سب

عوام کافر و مرتد تھے فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن - ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں، پھر اُسی سے استغاثہ کرتے ہیں، جیسا کہ تمہارے بعض عوام کہتے ہیں کہ تمہارے سوا کسی سے حجت قائم ہی نہیں ہوئی، اور نہ تم سے پہلے کوئی دینِ اسلام کو جانتا تھا -
اے اللہ کے بندو! بس کرو! حالانکہ شیخ کا یہ کلام تم پر حجت قائم کرتا ہے کہ تمہارا یہ مفہوم کہ ان امور کے کرنیوالے "شرکِ اکبر" کے مرتکب ہیں - غلط اور خطاء ہے - نیز یہ کہ تمہارا یہ مفہوم کہ یہ افعال اس عبادت کے معنی میں داخل ہیں، انکے اور اللہ کے درمیان جہل فرق ہے جو آخرت میں قابلِ مواخذہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں گمراہی سے محفوظ رکھے -

فصل - اُمت شرک سے نہیں، باہمی عداوت سے ہلاک ہوگی

تمہارے قول کے بطلان پر یہ حدیثِ پاک بھی دلالت کرتی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بروایت ثوبان نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹا، تو میں نے اس کے مشارق و مغارب کو ملاحظہ فرمایا، بلاشبہ میری اُمت، مشاہدہ شدہ زمین کے آخری کناروں تک پہنچے گی، اور مجھے دو خزانے سُرخ و سفید مرحمت فرمائے گئے - میں اپنے رب سے اپنی اُمت کے بارے میں درخواست کرتا ہوں کہ اسے عذابِ عام سے ہلاک نہ کرے، اور ان کی اپنی جانوں کے سوا کوئی دشمن ان پر مسلط نہ کرے، جو انکی سفیدی کو ختم کرے - بلاشبہ میرے رب نے فرمایا، اے محمد! جب میں قضاء کو نافذ کر دیتا ہوں، تو میں اسے نہیں پلٹتا - میں نے تمہاری اُمت کے لیے مقدر کر دیا ہے کہ میں اُسے عذابِ عام سے ہلاک نہیں کروں گا، اور سوائے اُنکی جانوں کے کسی ایسے دشمن کو مسلط نہیں کروں گا، جو انکی سفیدی کو دور کر دے، اگرچہ وہ دشمن ہر طرف سے گھیرلے یا فرمایا کہ انکے کناروں کے درمیان سے ہو (شک راوی کو ہے) البتہ یہ اُمت ایک دوسرے کو ہلاک کر سکتی ہے، اور ایک دوسرے کو گالی دے گی - الحدیث

یہ حدیث تم پر یوں دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیدی ہے کہ اس اُمت پر انکے اپنوں ہی کے سوا کوئی دشمن مسلط نہ ہوگا، بلکہ بعض ہی بعض پر مسلط ہونگے -

ہر خاص و عام کو معلوم ہے جیسے احادیث و اخبار کی معرفت ہے کہ یہ امور و افعال جنکی بنا پر بلادِ اسلامیہ کی ملتوں کی تم لوگ تکفیر کرتے ہو، سات سو سال سے زیادہ معمول بہا ہیں؛ جیسا کہ پہلے گزرا۔ اگر یہ بڑے بڑے بتوں کی پرستش ہوتی، اور شرکِ اکبر ہوتا، جیسا کہ تم گمان کرتے ہو، تو یہ تمام ملتیں کافروں کا ٹولہ ہوتیں، اور جو انکی تکفیر نہ کرتا وہ بھی کافر ہوتے جیسا کہ آج تم لوگ کہتے ہو۔ اور یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ علماء و اُمراءِ اسلام نے انکی تکفیر نہیں کی اور ان پر رِدّت کے احکام کو جاری نہ فرمایا۔ باوجودیکہ بلادِ اسلامیہ کی غالب آبادی، پوشیدہ نہیں، ظاہر طور پر ان افعال کو کرتی تھی، بلکہ جیسا کہ شیخ کہتے ہیں کہ ان نذروں کو اکثر لوگوں کے کھانے کی طرف پھیر دیا جاتا۔ نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ "تمام شہروں سے حج سے قبر کی طرف سفر کر کے آتے ہیں"۔ تو ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے ہمیں بتاؤ کہ اہلِ علم اور صاحبانِ شمشیر میں سے کسی ایک نے بھی ایسا کہا جیسا کہ تم کہتے ہو؟ بلکہ انھوں نے اُن پر اسلام کے احکام کا ہی اجراء کیا۔ پھر جبکہ یہ کفار تھے اور ان فعلوں کی وجہ سے وہ سب بُت پرست تھے، اور علماء و اُمراء نے اُن پر حکمِ اسلام جاری رکھا، تو یہ بھی اُنہی میں سے ہوئے یعنی علماء و اُمراء بھی کفار میں سے ہوئے، اسلیے کہ جو اُس مشرک کی جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنائے تکفیر نہ کرے، تو وہ بھی کافر ہوتا ہے۔ تو اسوقت اس اُمت میں کوئی مسلمان نہ رہا، بلکہ سب کے سب کافر ٹھہرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو امت پر مسلط کر دیا، جس نے انکی روشنیوں کو سلب کر لیا۔ تو یہ حدیث اسطرح تمہارے قول کو مردود ٹھہراتی ہے۔ یہ حدیث پر غور و فکر کرنے والے کے لیے ظاہر و روشن ہے۔ واللہ الموفق لا ربّ غیرہٗ۔

اب اگر تم یہ **اعتراض** کرو کہ اس حدیث کو بعینہٖ "البرقانی" نے روایت کی ہے اور اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ حضور نے فرمایا "میں اپنی اُمت کے گمراہ رہنماؤں سے خوف کرتا ہوں جب اُن پر تلوار رکھدی جائیگی، تو وہ قیامت تک نہ اُٹھے گی، اور قیامت اسوقت قائم ہوگی جب میری اُمت کے لوگ مشرکوں سے ملجائینگے یہانتک کہ وہ پرستش کرینگے، اور اصنام (بت) میری اُمت کی رہنمائی کرینگے۔ اور یقیناً میری اُمت میں سے تیس ۳۰ الیے کذاب (جھوٹے) ہونگے جو

سب کے سب یہ گمان کرینگے کہ وہ نبی ہیں، حالانکہ میں خاتم النبیین (آخری نبی) ہوں، میرے بعد کوئی بنیا نبی نہیں ! باوجودیکہ میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قایم و غالب رہیگی جو انھیں رسوا کرنا چاہے گا وہ انھیں نہ پہنچا سکے گا، یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کا امر یعنی قیامت آجائے

جواب میں کہونگا کہ یہ بھی تم پر ہی حجت ہے اور پہلے ہی قول کی موافقت میں ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میں اپنی امت کے گمراہ رہنماؤں سے خوف کرتا ہوں، تو یہ ارشاد دلالت کر رہا ہے کہ حضور کو کفر اور شرک اکبر میں انکے مبتلا ہونے کا نہیں ہے۔ بلکہ اُمت پر گمراہ رہنماؤں کے تسلط کا خوف دامنگیر ہے۔ جیسا کہ واقعات بتلا رہے ہیں۔ اور اگر آپکے بعد سب کافر ہو جاتے، تو وہ یقیناً چاہتے کہ اُمت پر تسلط جما کر ان سب کو ہلاک کر دیتے۔ اسی قبیل سے حضور کا یہ ارشاد ہے کہ جب تلوار اُمت پر کھنچ جائے گی تو قیامت تک نہ اُٹھ سکے گی، جیسا حضور نے ارشاد فرمایا واقعات نے ویسا ہی دکھایا یا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے معجزات میں سے ہے کہ جیسی خبر دی ویسا ہی واقع ہوا اور حضور کا یہ ارشاد کہ قیامت اُس وقت تک قایم نہ ہوگی جبتک کہ میری اُمت کے کچھ لوگ مشرکوں سے نہ ملجائیں، تو یہ بھی واقعہ ہے۔ اور حضور کا یہ ارشاد کہ یہانتک کہ پرستش کرینگے اور بتوں کو رہنما بنائینگے، یہ بھی حق ہے۔ اور حضور کا یہ ارشاد کہ میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قایم اور غالب رہے گی آخر حدیث تک، تو یہ ان امور پر دلالت کر رہا ہے کہ بلاد اسلامیہ بت پرستوں سے نہیں بھرینگے۔ اور اگر تمہارے بیان کردہ امور، بت پرستی ہی ہوتی، تو حق پر قایم رہنے والی مدد کی ہوئی جماعت ضرور ان سے قتال کرتی، حالانکہ ایسا کوئی زمانہ نہ گزرا۔ اور نہ کسی نے بیان کیا کہ ان امور پر امت میں سے کسی ایک نے بھی قتال کیا، اور تم سے پہلے اسکے کرنے والے کو کافر، حلال المال والدم قرار دیا۔ اب اگر تم اسکو ہمیشہ سے ہوتا ہوا پاتے ہو یا ایسے احکام ہوں، تو انھیں بیان کرو، میں اس میں تمہارے ساتھ ہو جاؤں گا۔

اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے، وہ حدیث کے اول و آخر سب میں واضح ہے والحمد للہ رب العلمین۔

تکفیرِ مسلمین کے بطلان پر مزید دلیل

فصل ہے وہ دلیل جو تمہارے مذہب کے رُو سے تکفیرِ مسلمین ہے، اُس کے بطلان پر وہ روایت ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ حق یہ ہے کہ میں دینے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانیوالا، اور میری امت ہمیشہ امرِ مستقیم پر قایم رہیگی یہانتک کہ قیامت آجائے یا اللہ کا حکم۔ انتہیٰ

اس حدیث سے تمہارے مذہب کا بطلان اسطرح ہوتا ہے کہ حضور نے خبر دی کہ میری اُمت امرِ مستقیم پر آخر زمانہ تک ہمیشہ قایم رہیگی۔ اور یہ معلوم ہے کہ یہ امور جنکی بنا پر تم تکفیرِ مسلمین کرتے ہو قدیم زمانہ سے ظاہر طور پر شہروں کی بستیوں میں رائج ہیں جیسا کہ گزرا۔ اب اگر یہ بہت بڑے بت ہوتے، اور انکے کرنیوالے ویسے ہی بڑے بت پرست ہوتے تو یہ اُمت امرِ مستقیم پر قایم نہ رہتی، بلکہ برعکس ہوتے، اور انکے شہر ایسے شہر ہوتے جنمیں بتوں کی پرستش ظاہری طور پر ہوتی ہے، اور انکے رہنے والے بت پرستوں پر اسلام کے احکام جاری ہوتے رہتے ہیں۔ پھر استقامت کہاں رہتی۔ تو یہ حدیث واضح اور جلی ہے۔

اب اگر تم یہ **اعتراض** کرو کہ احادیثِ صحیحہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی روایتیں بھی تو مروی ہیں، جو اسکے معارض ہیں، وہ یہ کہ حضور کا ارشاد ہے کہ "ضرور کچھ لوگ تم سے پہلوں کے طریقہ کی پیروی کرینگے"، اور اسی معنی میں حضور کا یہ ارشاد ہے کہ "یہ اُمت تہتر[۷۳] فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک کے سوا سب جہنمی ہونگے"۔

تو **جواب** میں کہونگا کہ یہ حق ہے اور کوئی معارض نہیں والحمد للہ۔ بلاشبہ علماء نے اسے بیان کرکے اس کی وضاحت کی ہے، چنانچہ حضور کا یہ ارشاد کہ یہ اُمت تہتر[۷۳] فرقوں میں بٹ جائے گی الحدیث۔ تو وہ اہلِ ہوا و بدعت ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مگر وہ کافر نہ ہونگے بلکہ وہ سب کے سب مسلمان ہونگے، بجز اسکے کہ جو دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب

چھپائے ہو، تو وہ منافق ہے، جیسا کہ اس بارے میں مذہبِ اہلِ سُنّت کی حکایت میں شیخ کا کلام گزر چکا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "بجز ایک کے وہ سب جہنمی ہیں" تو یہ اس وعید کی مانند ہے، جو اہلِ کبائر، قاتلِ نفس، مالِ یتیم کھانیوالے وغیرہ کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں لیکن فرقۂ ناجیہ، وہ تمام بدعتوں سے محفوظ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا پیروکار ہے، جیسا کہ اہلِ علم نے اسے واضح کیا ہے، اور اس پر اہلِ علم کا اجماع ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

اب رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "ضرور کچھ لوگ تم سے پہلوں کے طریقہ کی پیروی کرینگے" الحدیث۔ تو شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ خبر ساری اُمتِ مسلمہ کے لیے نہیں ہے، بلاشبہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تو اتر تک ہے کہ "اس امت کی ایک جماعت ظاہر طور پر ہمیشہ حق پر رہیگی، یہانتک کہ قیامت قایم ہو جائے" اور یہ بھی ارشاد ہے کہ "یہ امت ضلالت پر کبھی مجتمع نہیں ہوگی" کیونکہ وہ ہمیشہ دین کی آبیاری کرتے رہینگے، اور ان کا عمل اسکی طاعت میں رہے گا۔" تو مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر سے معلوم ہوا کہ اس اُمت کی ایک جماعت اُس ہدایت پر جسے خالص دینِ اسلام کہتے ہیں قایم و متمسک رہے گی۔ اور کچھ لوگ یہود و نصاریٰ کے شعبوں میں سے کسی شعبہ کی پیروی کی طرف پھر جائینگے۔ اگرچہ وہ ایک شخص ہی کیوں نہ ہو۔ مکمل انحراف سے کافر نہیں ہوتا، بلکہ کبھی فاسق بھی نہیں ہوتا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگ زمانۂ جاہلیت میں تھے، پھر آپ کی بعثت کے بعد جاہلیتِ مطلقہ جاتی رہی، کیونکہ اس امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ ظاہری طور پر قیامت تک باقی رہے گی۔ اب رہی جاہلیتِ مقیدہ! تو کبھی بعض مسلمانوں کے شہروں میں ہوتی ہے، یا کبھی بعض شخصوں میں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت پر جاہلیت کی چار باتیں ممنوع ہیں اُن میں سے ایک یہ کہ جاہلیت کا دین آخر زمانہ تک نہیں لوٹے گا۔ انتہیٰ

اب تم پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ دینِ اسلام، احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحت کے بموجب بلادِ اسلامیہ میں بھرپور رہیگا، جیسا کہ علماءِ اعلام نے اسکی تفسیر میں وضاحت کی ہے کہ ہر فرقہ اسلام پر ہے، بخلاف تمہارے اس قول کے۔ اب اگر تمہارا مذہب صحیح مان لیا جائے

تو بجز تمہارے، آٹھ سو سال سے رُوئے زمین پر کوئی مسلمان باقی ہی نہ تھا۔ تعجب بالائے تعجب یہ کہ وہ فرقہ ناجیہ جسکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تعریف وتوصیف فرمائی ہے اور واقعۃً وہ اسکے لائق ہے اور اہلِ علم نے بھی اسکی صفتیں بیان کی ہیں اُن میں سے تو کوئی صفت بھی تم میں نہیں پائی جاتی فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

فصل:۔ بطلانِ مذہبِ ضلال پر مزید دلیل تمہارے مذہب کے عدم صحت پر دلائل میں سے ایک یہ روایت ہے جسے بیہقی اور ابنِ عدی وغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا اس علم کو وہ اٹھاتے ہیں جو تمام مخلوق میں عادل ہوں، جو گمراہوں کی تحریفوں، بطالوں کی حیلہ جوئیوں، اور جاہلوں کی تاویلوں کا رد کرتے ہیں "الادب" میں کہا کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ سے پوچھا، تو فرمایا صحیح ہے۔ انتہیٰ

ابنِ قیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث سندوں سے مروی ہے جو ایک دوسرے کو مضبوط بناتی ہیں اس حدیث سے تمہارے مذہب کے بطلان پر اسطرح دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کو جسے لیکر حضور اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے، اسکے اٹھانے والوں کی صفت میں فرمایا کہ وہ طبقاتِ امت کے تمام طبقوں سے زیادہ عادل ہونگے۔ اور یہ پہلے متعدد جگہ گزر چکا ہے کہ ان افعال کے کرنیوالے، جنکو ان افعال کی وجہ سے تم کافر گردانتے ہو، ظاہری وجود کیساتھ اُمت میں سات سو سال سے زیادہ سے موجود ہیں۔ بلکہ ابنِ قیم نے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں سے زمین بھری ہوئی ہے، اور انھوں نے شام وغیرہ بلادِ اسلامیہ کی خبر دی، بلکہ ان میں سے ہر شہر کو گنا کر وہاں کے اسودِ عظیمہ ہائلہ کو بتایا کہ وہاں اہلِ قبور کو سجدہ اور انکے لیے ذبح کیا جاتا ہے تکلیفوں کے دُور کرنے کی طلب، اور رہنے والوں کی کلفتوں کا استغاثہ اور نذر وغیرہ کیجاتی ہیں اسکے بعد انھوں نے انکی حکایتوں کو اختصار کے ساتھ تقسیم کرکے کہا کہ بلاشبہ انکے افعال انکے بیان سے زیادہ وافر و اعظم ہیں۔ فرمایا ہم نے انکے شرک و بدعت کی تفصیل احاطہ کرکے بیان نہیں کی ہے۔ ان تمام کے باوجود انھوں نے اور نہ اس زمانہ کے اہلِ علم نے، اور نہ

انکے پہلے علماء میں سے کسی نے، اور نہ انکے بعد ان تمام اہلِ علم نے جنکی توصیف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدالت اور تحفظِ دین کی خاطر، غالیوں کے غلو، جاہلوں کی تاویل، اور باطلوں کی حیلہ جوئی کا ذکر نے کی خاطر فرمائی ہے، کسی نے ان پر کفر و ردت کا حکم جاری نہ کیا، اور نہ ان پر کسی نے کفرِ ظاہر کا حکم لگایا، اور نہ انکے بلادِ اسلامیہ کا نام "بلادِ کفار" رکھا، اور نہ شہروں پر نہ بندگانِ خدا پر جتھابندی کی، اور انکو تمہاری مانند مشرکوں کا نام دیا۔ حالانکہ وہ نصرتِ حق کے ساتھ قائم اور وہ قیامت تک رہنے والی جماعتِ منصورہ میں سے تھے۔ بلکہ ابن قیم نے تو ان افعال کا جنکی بنا پر تم تکفیرِ مسلمین کرتے ہو، بلکہ جو اسے کافر نہ کہے اسکی بھی تکفیر کرتے ہو، بلکہ تم گمان رکھتے ہو کہ بکثرت بلادِ اسلامیہ میں بڑے بڑے بت ہیں جنکا تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے یہاں تک کہا کہ جو ان افعال سے بچتا ہے، اور ہر منکر کا عادی نہیں ہے، میں اسکی عزت کرتا ہوں۔ پھر بیان کیا کہ غالبِ امت اسے کرتی ہے، اور جو نہیں کرتے وہ منکرات سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، اور جو اسکے عادی ہیں ان سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ اب اگر تمہارا مذہب حق مانا جائے تو تمام امت ایسی ہی ٹھہرتی ہے، اور العیاذ باللہ، اللہ کے ساتھ شرکِ اکبر کرنیوالی مشرک بنتی ہے، وہ بھی جنھوں نے اس فعل کو اچھا جانا، اور وہ بھی جنھوں نے انکو بُھلا جانا، خواہ ابن قیم کے زمانہ سے پہلے کے ہوں یا انکے بعد آج تک کے۔ تو اب یہ حدیثِ مبارک اور آگے آنیوالی انشاء اللہ احادیثِ کریمہ سب ہی تمہارے قول و مذہب کو مردود قرار دیتی ہیں یہ بہت زیادہ واضح اور روشن ہے اس شخص کے لیے جسے توفیق ہو، والحمد للہ

یہ امت ہمیشہ حق پر قایم رہیگی

تمہارے مذہب کے بطلان پر وہ روایت بھی ہے، جو بخاری و مسلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا روزِ قیامت تک ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت خوب ظاہر حق پر قائم رہیگی، جو انھیں رُسوا کرنا چاہے گا، یا انکی مخالفت کریگا، انکو کوئی ضرر و نقصان نہ ہوگا۔ شیخ تقی الدین اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ جسطرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، ویسی ہی یہ امت رہی ہے، کیونکہ ارشاد ہوا کہ اس امت کی ایک جماعت علم و شمشیر کے ساتھ ہمیشہ غالب و منصور رہیگی۔

انکو پہلے کے بنی اسرائیل وغیرہ کے مانند کوئی مصیبت نہ پہنچے گی۔ جسطرح بنی اسرائیل وغیرہ دشمنوں سے مقہور و مغلوب رہے ہیں، بلکہ اگر زمین کے ایک کنارے پر اعداء غالب آگئے ہوں تو زمین کے دوسرے کنارے پر امت منصورۂ غالبہ ظاہرہ موجود رہیگی، پوری امت پر کوئی دشمن وغیرہ غلبہ نہ پاسکے گا، لیکن انمیں باہمی اختلاف و فتنے واقع ہونگے۔ فرمایا مذہب اہلِ سنت جماعت اور انکے متبعین قیامت تک غالب و ظاہر رہینگے۔ یہی وہ جماعت ہے جنکے بارے میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ حق پر رہینگے۔ الخ حدیث تک۔ انتہی

اقول :- صاحبِ رسالہ ہذا فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تمہارے مذہب کے بطلان پر اسطرح استدلال ہے کہ وہ جماعت جسکا ذکر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ظاہر ہوگی نہ پوشیدہ و مخفی، جیسا کہ تمہارے نزدیک گمان ہے۔ نیز وہ منصورہ یعنی نصرتِ حق اُسکے ساتھ ہوگی، وہ ذلیل و خوار نہ ہونگے کہ وہ مغلوب و مقہور ہوجائیں۔ تو جبکہ یہ اوصاف، صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی نص سے امت کے لیے ثابت ہیں، تو تم ابن الاسود کی بناء پر بلادِ اسلامیہ کے سات سو سال سے زائد کے آباد شدہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو اور انکے بارے میں تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنیوالے ہیں، حالانکہ وہ وسائط و وسائل مذکورہ قرآن میں ہیں۔ اسکے ساتھ یہ کہ ازمنۂ ماضیہ میں سے کسی ایک زمانہ میں بھی کسی نے ایسا نہ کہا جیسا کہ تم کہتے ہو، یا جیسا کہ تمہارا عمل ہے، بلکہ جو تم پاتے اور حجت پکڑتے ہو، وہ تمہارے اشتباہ کی وجہ سے ہے، بجز اُس واقعہ کے کہ سیدنا علیِ مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ نے اُس شخص کو قتل کیا، جس نے کہا "آپ اللہ ہیں"۔ اور حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو قتل کرایا۔ یا وہ مجمل عبارت جسے ہر شخص جانتا ہے جسے علم میں شغل و مہارت ہے۔ بلاشبہ تمہارا یہ مفہوم مضحکہ خیز ہے۔ شُبہ کے زوال پر خدا کا شکر ہی ادا کرنا چاہیئے۔ خدا کی قسم! صرف ایک یہی حدیث تمہارے مذہب کے بطلان پر کافی ہے اگر تمہارے کان حق کے سننے اور قبول کرنے کی صلاحیت رکھیں۔ ہم اللہ سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں ہلاکت سے بچائے، بلاشبہ وہ بخشش و کرم والا ہے۔

فتنے اٹھنے کی غیبی خبر

فصل :۔ تمہارے مذہب کے بطلان میں ایک دلیل یہ بھی ہے، جو صحیحین میں بروایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا، کفر کا سر مشرق کی جانب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایمان میرے داہنی جانب ہے، اور فتنے وہاں سے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔ اور صحیحین میں بروایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کہ فرمایا" وہ سامنے مشرق ہے وہاں سے فتنے اٹھیں گے۔ اور انہی سے بخاری کے الفاظ مرفوعاً یہ ہیں کہ حضور نے دعا مانگی" اے اللہ! ہم اور ہمارے شام و یمن میں برکت دے اے خدا! ہم اور ہمارے شام و یمن میں برکت دے۔ لوگوں نے کہا ہمارے نجد کیلئے بھی دعا مانگیے؟ فرمایا" اے خدا! ہم اور ہمارے شام و یمن میں برکت دے۔ انھوں نے پھر کہا ہمارے نجد کے لیے بھی دعا مانگیے؟ تیسری مرتبہ فرمایا" وہاں سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ اور مسند احمد میں بروایت ابن عمر مرفوعاً مروی ہے کہ فرمایا" اے اللہ ہمارے لیے ہمارے مدینہ میں اور ہمارے پیمانوں میں اور ہمارے یمن و شام میں برکت دے۔ اسکے بعد سورج طلوع ہونے کی سمت رخ انور پھیر کر فرمایا یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ اور فرمایا یہاں سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے۔ انتہیٰ

اقول :۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً صادق ہیں آپ نے سچ ہی ارشاد فرمایا فصلوات اللہ وسلامہ وبرکاتہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین یقیناً آپ نے امانتِ الٰہی ادا فرمائی، اور رسالت کا حق ادا فرمایا۔

شیخ تقی الدین کہتے ہیں کہ مدینۂ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جانب شرق نجد ہے، اسی سمت سے مسیلمہ کذاب نکلا جس نے ادعائے نبوت کیا، اور علاوہ دوسرے واقعات کے یہ پہلا واقعہ وحادثہ ہے جس میں ایک مخلوق مبتلا ہوئی، اور خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے مقاتلہ فرمایا۔ انتہیٰ

اس حدیث مبارک سے بکثرت وجوہ سے تمہارے مذہب کے بطلان پر استدلال

کیا سکتا ہے، چنانچہ بعض وجوہ ہم بیان کرتے ہیں:۔

اول یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان میرے داہنی جانب ہے، اور فتنے سمتِ مشرق سے نکلینگے، اور اسے بار بار فرمایا۔

دوم یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجازِ مقدس اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے بار بار دعا فرمائی، اور اہلِ مشرق کیلیے دعا کرنے سے انکار فرمایا، چونکہ وہاں سے فتنے اٹھینگے خصوصاً نجد سے

سوم یہ کہ سب سے پہلا فتنہ جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد واقع ہوا، وہ ہماری اس زمین (نجد) میں واقع ہوا۔ تو اب ہم ان امور کی بناء پر کہتے ہیں کہ جنکی بناء پر تم مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، تو ان لوگوں سے مکہ و مدینہ اور یمین وغیرہ صدیوں سے بھرا ہوا ہے، بلکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یمین و حرمین کی زمینوں میں اور ہماری اس زمین میں اکثر وہی مسلمان آباد ہیں جو ان افعال پر عمل کرتے ہیں۔ اور یہی وہ زمین ہے جہاں سے فتنے ظاہر ہوئے ہمیں معلوم نہیں اس زمین (نجد) کے فتنوں کے مقابلہ میں کسی اور شہر میں ان سے زیادہ فتنے رونما ہوئے ہوں۔ اب تم لوگ ہو، جو اپنے مذہب کو عام لوگوں پر واجب قرار دیتے ہو، اور اپنے مذہب کی پیروی لازم کرتے ہو، اور اگر کوئی اسکی پیروی اختیار کرلے، تو وہ اپنے شہر میں اسکے اظہار پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اگر اپنے شہر والوں کی تکفیر کرے، تو اسے تمہاری طرف ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر تم ہی جماعتِ منصورہ ہو تو یہ اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اس کی خبر دیدی ہے کہ آپ کی امت پر نصرتِ حق قیامت تک قایم رہیگی۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خبر دیدی ہے جو ان پر گزرے گی اور وہ جن صفات پر ہونگے۔ اب اگر جانتے ہو کہ بلادِ مشرق خصوصاً نجد بلادِ مسلمہ ہے، چونکہ اسے تم دار الایمان قرار دیتے ہو، اور یہاں کے رہنے والوں کو "جماعتِ منصورہ" بتاتے ہو، اور یہی وہ شہر ہوں جنہیں ایمان ظاہر ہے تو انکے ماسوا شہروں کے لیے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حرمین شریفین اور یمین وغیرہ بلادِ کفر ہوں جن میں بتوں کی پرستش ہوتی ہے، تو وہاں سے ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ تو یقیناً اسکی

خبر دیدی جاتی، اور یقیناً اہلِ مشرق خصوصاً نجد کے لیے دعا فرماتے، اور یقیناً حرمین اور یمن کے خلاف دعا کرتے ہوئے خبر دیتے کہ وہاں بتوں کی پوجا ہوگی، اور اس سے بیزاری ظاہر فرماتے، جبکہ یہ صورت نہیں ہے، بلکہ اسکے برعکس ہی خبر دی گئی ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کو عام رکھ کر نجد کو خاص فرمایا کہ وہاں شیطان کا سینگ نکلے گا اور وہاں سے فتنے اُٹھینگے، اور اُنکے لیے دعا کو منع فرمایا، تو یہ تمہارے گمان کے بالکل خلاف ہے۔ بلاشبہ آج تمہارے نزدیک وہ لوگ جنکے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے برکت فرمائی' وہ تو کافر ہیں' اور وہ لوگ جنکے لیے دعائے خیر سے انکار فرمایا، اور خبر دی کہ وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا، اور وہاں سے فتنے اُٹھینگے، وہ بلادِ ایمان ہیں کہ طرف ہجرت واجب ہے۔ احادیثِ کریمہ سے یہ بطلان واضح و روشن ہے، انشاءاللہ۔

اُمّتِ مُسلمہ شرک و کفر سے آلودہ نہ ہوگی

فصل:۔ تمہارے مذہب کے بطلان پر ایک دلیل وہ ہے جو صحیحین میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھنے کے بعد فرمایا' یقیناً میں تم سے اِس کا خوف نہیں رکھتا ہوں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، لیکن میں تم پر دنیا کا خوف رکھتا ہوں کہ تم میں باہم بغض و عداوت ہو، پھر باہم قتل کر کے ہلاک ہو جاؤ، جیسے کہ تم سے پہلے ہلاک ہوئے' حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میری دید میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر پر یہ آخری خطبہ تھا۔ انتہیٰ

اس حدیث سے تمہارے مذہب کا بطلان اسطرح ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن تمام واقعات کی خبر دیدی ہے، جو آپ کی اُمت پر قیامت تک رونما ہونگے جیسا کہ بار بار دوسری احادیث میں بیان فرمایا، جنکے تذکرہ کا یہاں موقع نہیں، اُن ہی میں سے ایک یہ صحیح حدیث ہے۔ بلاشبہ آپ اپنی اُمت سے مامون ہیں کہ وہ بتوں کی پرستش کریں، اور نہ اُن پر اسکا کوئی اندیشہ ہے اور آپ نے اسکی خبر بھی دیدی۔ لیکن وہ چیز جسکا اندیشہ ہے، تو آپ نے اس کی خبر دیکر اُس سے بچنے کا حکم فرمایا۔ باوجود اسکے جس کا اندیشہ تھا وہ واقع ہو کر رہا۔ تو یہ تمہارے مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ اس پوری اُمت نے تمہارے قول کے بموجب بتوں کی پرستش

شروع کردی ہے، اور انکے شہر بتوں سے بھر گئے ہیں۔ مگر اگر کسی زمین کا کوئی کنارہ ایسا ہے، جس سے وہ خبر ملحق ہے تو بتاؤ۔ ورنہ اطرافِ شرق سے اطرافِ غرب، یمن و روم تک انہی لوگوں سے بھری ہوئی ہے، جنکے بارے میں تمہارا گمان ہے کہ وہاں بُت اور بُت پرست لوگ ہیں۔ اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ جو ان امور و افعال کرنیوالے کی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور یہ بات بداہتہً معلوم ہے کہ منسوب الی الاسلام ہونیکی بناء پر تمام مسلمانوں پر اسلام کا حکم جاری رہا ہے، اور ان افعال کے کرنیوالے کی تکفیر نہیں کی گئی ہے۔ تو اب تمہارے اس قول سے لازم آتا ہے کہ تمہارے شہر کے سواء تمام بلادِ اسلامیہ کفار کے شہر ہیں۔ تعجب کی بات یہ کہ اپنے اس شہر کی بابت یہ نئی بات دس برس کے قریبی زمانہ سے ہی کہہ رہے ہو، تو یہ حدیثِ مبارک تمہارے بُطلان کو ظاہر کر رہی ہے والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے اس چیز کا جسکا اندیشہ بتایا گیا کہ تم شرک میں مبتلاء ہو جاؤ گے! تو جواب میں کہا گیا کہ یہ حق ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ لیکن آپ کی ہر وہ حدیث جس میں اُمت پر شرک کا خوف دلایا گیا ہے وہ سب شرکِ اصغر سے مقید ہیں۔ جیسے شداد بن اوس کی حدیث، ابوہریرہ کی حدیث اور محمود بن لبید رضی اللہ عنہم کی حدیث ہے، تو یہ سب مقیدہ و مبینہ ہیں۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت پر شرکِ اصغر سے خائف تھے، جیسا کہ واقعہ ہے چنانچہ زمین بھری ہوئی ہے جیسا کہ آپ نے اُمت پر خوف ظاہر فرمایا کہ "دنیا کی فتنے اور قتال میں مبتلاء ہونگے"، تو ایسا ہی واقع ہے۔ اور وہ یعنی شرکِ اصغر وہی ہے جسکو آج تم شرکِ اکبر سے موسوم کرتے ہو، اور اُسکی بناء پر تکفیرِ مسلمین کرتے ہو، بلکہ جو اُنکی تکفیر نہ کرے اُس کی بھی تکفیر کرتے ہو۔ لہٰذا احادیث متفق ہیں، اور حق واضح اور ظاہر ہے والحمد للّٰہ۔

فصل :- شیطان جزیرہ عرب میں اصنام پرستی سے مایوس ہے
تمہارے مذہب کے بطلان میں

ایک دلیل یہ ہے کہ جسے مسلم نے "صحیح" میں بروایت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا بلاشبہ شیطان نماز پڑھنے والوں سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں کوئی اسکی پرستش کرے، لیکن باہم تنافس، تباغض سے۔

اور حاکم نے اسے صحیح بیان کر کے روایت کی، اور ابو یعلی اور بیہقی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ شیطان، زمین عرب میں بت پرستی سے مایوس ہو چکا ہے، لیکن وہ اس سے کم سے راضی ہے، اور وہ محقرات وموبقات ہیں، یعنی باہم برا بھلا کہنا۔ اور امام احمد و حاکم نے اس کی صحت کر کے اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر شرک سے ڈرایا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کریگی؟ فرمایا ہاں! لیکن وہ سورج، چاند اور بت کی پوجا نہ کرینگے مگر وہ اپنے اعمال میں ریا کرینگے، انتہی

اقول :- ان سے بھی اسی طرح استدلال ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گزرا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے غیب میں سے جتنا چاہا علم مرحمت فرمادیا ہے، اور جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے اسکی اطلاع دیدی ہے، اور آپ نے بتادیا ہے کہ شیطان جزیرہ عرب میں نماز پڑھنے والوں سے مایوس ہو گیا ہے کہ وہ اس کی پرستش کریں، اور سیدنا ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ زمین عرب میں شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ وہاں بتوں کی پرستش ہو، اور شداد کی حدیث میں ہے کہ یہ امت بتوں کی پوجا نہ کریگی۔ یہ سب تمہارے مذہب کے خلاف ہیں۔ بلاشبہ بصرہ اور اسکے گرد کا علاقہ، اور عراق ما سواد وجلہ کے اس مقام کے جہاں حضرت علی اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں، اور اسی طرح پورا یمن وحجاز عرب کی ساری زمین کا یہی حال ہے۔ اور تمہارا مذہب یہ ہے کہ ان تمام علاقوں میں شیطان کی

پرستش اور بتوں کی پوجا ہوتی ہے، اور یہ سب کے سب کفار ہیں، اور جو انکی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔ حالانکہ یہ تمام حدیثیں تمہارے مذہب کو مردود قرار دیتی ہیں۔ اور یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ زمانۂ ردّت میں زمینِ عرب میں بعض جگہ شرک پایا گیا، کیونکہ وہ اسی وقت ہی تھوڑے سے لمحہ میں زائل کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا وہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ہوا ہی نہیں، ناقابلِ شمار ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص یا چند افراد کافروں میں سے زمینِ عرب میں داخل ہو کر کسی خالی جگہ یا چھپکر غیر اللہ کو پوجیں، لیکن وہ امور و افعال جنکو تم شرکِ اکبر اور بت پرستی قرار دیتے ہو، اُن سے تو بلادِ عرب صدہا سالوں سے بھرے ہوئے ہیں تو ان احادیث کے ذریعہ تمہارے قول کا فساد خود ظاہر ہو گیا کہ تم کہتے ہو، یہی بڑے بڑے بتوں کی پرستش ہے

نیز تمہارے اس قول کا بھی بطلان ظاہر ہو گیا کہ تم کہتے ہو کہ فرقۂ ناجیہ ممکن ہے زمین کے بعض کناروں میں ہو، اور انکی خبر نہ آئی ہو، تو اگر یہ بت پرستی اور شرکِ اکبر ہوتا، تو یقیناً فرقۂ ناجیہ جو نصرتِ حق کا مستحق ہے، اور قیامت تک ظاہر ہے، یقیناً وہ قتال کرتا۔ یہ جو ہم نے بیان کیا ہے واضح و روشن ہے۔ والحمد للہ رب العلمین۔

مسائل مذکورہ کا محققانہ جواب تعجب ہے کہ تم گمان رکھتے ہو کہ یہ امور یعنی قبور صلحاء اور جو انکے پاس عمل ہوتا ہے اور نذر وغیرہ عبادت اصنام کبریٰ (یعنی بڑے بڑے بتوں) کی ہے، اور کہتے ہو کہ بلاشبہ یہ امر واضح و جلی ہے، بداہتہ ہر ایک جانتا ہے، حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی اسے جانتے ہیں، تو جواب میں میں کہتا ہوں کہ تمہارا یہ گمان ناروا ہے۔ پاکی ہے خدا کو! یہ بہتانِ عظیم ہے۔ بلاشبہ متعدد جگہ گزر چکا ہے کہ یہ اُمت ان تمام افعال کے ساتھ ہر طبقہ میں آٹھ سو سال سے ہے، اور ان قبروں سے انکے شہر بھرے ہوئے ہیں، اور کوئی بھی انکو اصنام کبریٰ کی پرستش نہیں کہتا، اور نہ یہ کوئی کہتا ہے کہ جس نے ان امور میں سے کچھ کیا، اُس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا لیا ہے، اور نہ انکے کرنیوالوں پر بت پرستوں کا حکم جاری کیا، اور نہ ردّت کے ہی احکام جاری کیے۔ اب اگر تم یہ کہو کہ یہود جو کہ بہتان طراز قوم ہے، اسی طرح نصاریٰ اور انکے توابع بہتان طراز ہیں وہ اس امت کے

مبتدعین کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے بڑے بتوں کے پجاری ہیں، تو جواب میں ہم کہینگے کہ تم سچ کہتے ہو۔ انکے انہی بہتان، حسد، غلو، اور امت پر عظیم و کثیر اتہام طرازیوں کی بدولت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انکو ذلیل و رسوا کیا ہے، اور تمام دینوں پر بوعدۂ الٰہی دین اسلام کو غالب فرمایا ہے، ارشادِ باری ہے:-

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

خدا کی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کیساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کریں۔ چاہے برا مانیں مشرک

نیز میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، جبکہ مدینۂ منورہ اور اُسکے قرب وجوار وغیرہ کیلیے دعائے برکت فرمائی، اسوقت کسی حاضر نجدی نے کہا کہ نجد کے لیے بھی دعا فرمائیے، فرمایا وہاں سے زلزلے اور فتنے اُٹھینگے؛ حق یہ ہے کہ قسم بخدا! خواہشوں کا فتنہ، عظیم فتنہ اور تاریکی ہے، جیسے ہر خاص وعام جانتا ہے، نجد کے رہنے والے ظلم وتعدی کے خوگر ہیں۔ اور یہ گروہ دین اسلام کے خلاف ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔ ان کا کم سے کم فتنہ، اُن شبہات کا ہے جو دین اسلام سے گمراہ بنادیتا ہے۔ اور دنیاوی زندگی میں جنکے اعمال ضائع اور اُسکی سعی ناکارہ ہوجاتی ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نیکیاں کما رہے ہیں، حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کہ خود ساختہ باتوں کو نیک سمجھکر پیروی کرنے والے ہلاکت میں ہیں۔ حضور نے اسے تین مرتبہ فرمایا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ہلاکت سے محفوظ رکھے، کیونکہ وہ بہت رحم فرمانیوالا ہے

کتاب اللہ اور سنت نبی کی پیروی ہی موجب نجات ہے

فصل:- تمہارے مذہب کے بطلان میں ایک دلیل یہ ہے جسے امام احمد و ترمذی نے اسے صحیح کہا، اور نسائی و ابن ماجہ نے عمرو بن احوص کی حدیث سے روایت کیا۔ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جبکہ آپ نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ شیطان مایوس ہوگیا ہے کہ تمہارے ان شہروں میں کبھی اسکی پرستش ہو،

لیکن تمہارے اعمال میں بعض ایسے حقیر عمل ہونگے جنکو طاعت جانکر کروگے، تو وہ اُن سے راضی ہو جائے گا۔"

اور حاکم نے "صحیح" میں سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری زمین میں اُسکی پرستش ہو، لیکن وہ اسی پر راضی ہوگا کہ اسکے ماسوا میں اطاعت کیجائے جن سے تمہارے عمل ذلیل وحقیر ہوں۔ تو اے لوگو! خبردار رہو، میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم نے مضبوط تھاما، تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، وہ کتاب اللہ اور اسکے نبی کی سُنّت ہے۔ انتہیٰ

اس حدیث سے تمہارے مذہب کا بطلان اسطرح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ صحیح میں بتادیا ہے کہ شیطان مایوس ہوگیا ہے کہ شہرِ مکہ میں اُسکی پرستش ہو۔ اسی طرح حضور کا یہ ارشاد کہ "کبھی اُس کی پرستش نہ ہوگی" تاکہ کوئی وہمی یہ خیال نہ کرے یہ حدیث پھر زائل ہو جائیگی۔ حضور نے اسکی خبر دیدی کہ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ایسی خبر نہیں دیتے جو خلاف واقعہ ہو۔ اسی طرح حضور جو بشارت اُمت کو دیتے ہیں وہ کبھی صدق کے برخلاف نہیں ہوتی۔ لیکن آپ نے بت پرستی کے ماسوا سے اُمت کو خبردار کیا تاکہ وہ ذلیل وحقیر حرکتیں نہ کریں۔ یہ بات حدیثِ پاک سے واضح وظاہر ہے۔

اب رہے وہ امور جنکو تم "شرکِ اکبر" قرار دیتے ہو، اور انکے کرنیوالوں کو بُت پرست کا نام رکھتے ہو، تو مکۂ مکرمہ میں بکثرت یہ امور ہوتے ہیں۔ خواہ مکۂ مکرمہ کے رہنے والے عام لوگ ہوں یا انکے اُمراء وعلماء وہ سب طویل مدت یعنی چھ سو سال سے زائد عرصہ سے ان امور پر ہیں۔ اسکے باوجود آج وہ تمہارے اس مذہب کی وجہ سے تمہارے دشمن ہیں، اور تم پر لعنت وملامت کرتے ہیں، اور انکے احکام اور اُنکے حکام جو برسرِ اقتدار ہیں اور انکے علماء اور امراء، ان امور کے کرنے والوں پر جنکو تم شرکِ اکبر کہتے ہو، احکام اسلام کے اجراء پر قائم ہیں۔ اب اگر وہ جیسے تم حق گمان کرتے ہو، صحیح ہو، تو وہ سب کفرِ ظاہر میں مبتلاء کفار ٹھہرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث تمہارے گمان کو مردود قرار دیتی ہے، اور تمہارے

مذہب کا بطلان ظاہر کرتی ہے۔ اور صحیحین وغیرہ میں وہ حدیثیں موجود ہیں جنمیں فتح مکہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آج کے بعد ہجرت نہیں ہے"۔ بلاشبہ اہل علم نے تصریح فرمائی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اب مکہ سے ہجرت نہیں ہے۔ نیز یہ بھی بیان فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ ہمیشہ ہمیشہ دار ایمان رہیگا۔ بخلاف تمہارے مذہب کے، کیونکہ تم وہاں سے ہجرت کر کے اُن شہروں کی طرف جنکا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بلادِ فتن" یعنی فتنوں کے شہر رکھا، منتقل ہونا واجب قرار دیتے ہو۔ حالانکہ یہ حدیث ہر اُس شخص کے لیے جسے اللہ توفیق دے، اور باطل پر تعصب و سرکشی چھوڑ دے بالکل واضح، جلی اور صریح ہے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

فضائل شہر مدینہ منورہ

فصل: تمہارے مذہب کے بطلان میں ایک دلیل وہ ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بروایتِ سعدؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی، فرمایا "انھیں مدینہ سب سے بہتر ہے اگر وہ جانیں، کوئی اسے پریشان ہو کر نہیں چھوڑتا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسکی پریشانی کو بہتر سے بدل دیتا ہے، اور جو یہاں کی سختی و تکلیف پر ثابت قدم رہتا ہے میں روزِ قیامت اُسکا شفیع و گواہ ہونگا"۔ اور یہ بھی مسلم نے اپنی صحیح میں حضرتِ ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مدینہ منورہ کی سختی و شدت پر میری اُمت میں سے صبر کریگا، میں بروزِ قیامت اُسکا شفیع ہونگا۔ اور صحیحین میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ بلاشبہ مدینہ بھٹی کی مانند ہے، جو کھوٹ کو دور کر کے کھرے کو باقی رکھتا ہے۔ نیز صحیحین میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کے دروازوں پر فرشتے مقرر ہیں، نہ یہاں طاعون داخل ہوگا اور نہ یہاں دجال"۔ اور صحیحین میں سیدنا انس کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شہر ایسا نہیں جہاں دجال نہ گھومے بجز مکہ اور مدینہ کے۔ اسکا کوئی ایسا دروازہ نہیں جس پر فرشتے محافظ مقرر نہ ہوں۔ الحدیث

اور صحیحین میں ابوسعید کی مرفوع حدیث ہے کہ مدینہ میں کوئی ایسا نہ ہوگا جسکی برائیاں پانی میں نمک کی مانند نہ پگھل جائیں۔ اور ترمذی میں ابوہریرہ سے مرفوع حدیث ہے کہ (نزدیکی امت)

اسلامی آبادیوں میں سے سب سے آخر میں مدینہ کی آبادی از روئے فناء آخری ہوگی"۔

ان احادیثِ کریمہ سے تمہارے مذہب کا بطلان بکثرت وجوہ سے ہوتا ہے جنمیں سے ہم چند وجوہ بیان کرتے ہیں)۔ ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی رہائش پر امت کو ترغیب دی اور خبر دی کہ یہ جگہ سب جگہوں سے بہتر ہے، اور کوئی یہاں سے بے رغبتی سے نہ جائیگا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسکی بے رغبتی کو خیر سے بدل دیگا، اور یہ کہ حضور نے بتایا کہ میں بروزِ قیامت یہاں کے رہنے والوں کا شفیع اور گواہ ہونگا۔ تو حضور کا یہ ارشاد اپنی امت کیلیے کسی خاص زمانہ سے مختص نہیں ہے کہ اسکے سوا کسی اور زمانہ کیلیے یہ نہ ہو۔ بلا شبہ کوئی بھی وہاں کی رہائش کو ترک نہ کریگا بجز اپنے عدم علم کے، کیونکہ وہ بھٹی کی مانند ہے جو کھوٹ کو دور کرتا ہے اور کھرے کو باقی رکھتا ہے۔ اور یہ کہ مدینہ فرشتوں کی حفاظت میں ہے، وہاں طاعون اور آخر زمانہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا، اور کوئی ایسا نہ ہوگا جسکی برائیاں پانی میں نمک گھلنے کی مانند نہ ختم ہو جائیں۔ اور فرمایا یہاں جو مرنے کی استطاعت رکھے اُسے چاہیئے کہ وہ یہاں مرے۔ اور اسکی بھی خبر دی کہ (قربِ قیامت) اسلامی آبادیوں میں سب سے آخر میں مدینہ کی آبادی از روئے فنا آخری ہوگی"۔ تو اِن ارشادات کا ہر لفظ تمہارے قول و مذہب کے خلاف پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ وہ اُمور جنکی بنا پر تم تکفیر کرتے ہو، اور اُن کا نام صنم یعنی بت رکھتے ہو، اور جو اس میں سے کچھ کرے اُسے شرک اکبر کا مشرک گردانتے اور اور بت کا پجاری کہتے ہو، اور جو اس کی تکفیر نہ کرے، تو وہ بھی تمہارے نزدیک کافر ہے تو ہر ایک کو معلوم ہے جسے مدینہ منورہ، اور وہاں کے رہنے والوں کا علم ہے کہ یہ امور وہاں بکثرت ہیں، اور تمام اسلامی آبادیوں میں بکثرت لوگ انکو کرتے ہیں، اور ان میں یہ عرصہ ہائے دراز یعنی چھ سو سال سے زائد زمانہ سے رائج ہے۔ بلا شبہ وہاں کے تمام رہنے والے، اُنکے رؤساء و علماء اور اُمراء، ان پر اسلامی احکام جاری کرتے ہیں اور وہ تمہارے دشمن ہیں، اور تمہارے مذہب کو برا جانتے ہیں کہ تم تکفیر کرتے ہو اور انھیں اصنام اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کا نام دیتے ہو۔ تو اب تمہارے

مذہب کی رُو سے وہ سبب کفار ٹھہرتے ہیں، حالانکہ یہ تمام حدیثیں تمہارے مذہب کی تردید کرتی ہیں اور تم پر حجت قائم کرتی ہیں۔ اور تمہارے مذہب کی رُو سے ہر مسلم پر واجب ہے کہ وہاں سے خروج کرے، اور یہ احادیث تمہارے اس مذہب کو مردود بناتی ہیں، اور تمہارے گمان کے رُو سے ان جگہوں میں اصنام کبریٰ کی پرستش ہوتی ہے، اور یہ احادیث تمہارے گمان کا رد کرتی ہیں۔ اور تمہارے مذہب کی رُو سے تمہاری طرف خروج کرنا انکے لیے بہتر ہے، اور یہ احادیث تمہارے گمان کو رد کر دیتی ہیں۔ اور تمہارے مذہب کی رُو سے وہاں کے رہنے والوں کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوگی۔ اسلیے کہ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود فرض کیا، تو وہ بالاجماع شفاعت وقبول سے محروم ہوگا، اور یہ احادیث تمہارے گمان کا رد کرتی ہیں۔ ان تمام باتوں سے زیادہ روشن واضح یہ امر ہے کہ جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ وہ دجال جو آخر زمانہ میں نکلے گا، وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا، اور دجال کا فتنہ دجّا یعنی لمبا جھگڑا، اس سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہے۔ وہ تو صرف غیر اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائے گا۔

اب جبکہ وہ امور موجود ہیں جنکو تم انکے کرنیوالے کو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنانیوالا ٹھہراتے ہو، بُت کی پوجا کرنے والا، اور اللہ کے ساتھ شریک اکبر کا مشرک قرار دیتے ہو، تو ان امور سے مدینہ منورہ کم وبیش چھ یا سات سو سال سے بھرا ہوا ہے، یہاں تک کہ وہاں کے رہنے والے اسکے عادی ہو گئے ہیں، اور انکو بُرا جانتے ہیں جو انکا انکار کرے، تو اب دجال کے وہاں داخل نہ ہونے کا کیا فائدہ؟ وہ تو لوگوں کو صرف شرک کیلیے ہی بلائے گا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکوں کے نہ داخل ہونیکی بشارت دینے کا بھی کیا فائدہ؟ فانا للہ وانا الیہ راجعون

اگر تم اپنے مذہب کے لزوم کو جانتے بلکہ اپنے قول صریح کو پہچانتے تو یقیناً تم لوگوں سے شرم کرتے، اگرچہ تمہیں خدا کی شرم وحیا نہیں ہے۔ جس نے ان احادیث اور انکے مضمون ومفہوم پر مزید غور وفکر کیا، تو وہ اس سے زیادہ پائیگا جتنا ہم نے تمہارے مذہب و قول کے بطلان میں بیان کیا ہے۔ لیکن سرکش وباغی کی زندگی میں درازی نہیں ہوتی

میں اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے فتنوں سے سلامتی اور عافیت کی دعا کرتا ہوں۔

قربِ قیامت فتنوں کا خروج

فصل :- تمہارے مذہب کے بطلان میں یہ روایت بھی ہے، جسے مسلم نے اپنی صحیح میں سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ یہ دن و رات اُسوقت تک ختم نہ ہونگے جب تک لات و عزیٰ کی (پھر سے) پرستش نہ ہو۔ اس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسا گمان نہیں رکھتی جبکہ حق تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا کہ

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

خدا ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کتنا ہی برا مانیں

کیونکہ یہ ارشاد مکمل ہے۔ فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئیگا جب بھی خدا چاہے گا اُسوقت اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، تو اُس سے ہر وہ شخص جسکے دل میں رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان ہے رحلت کر جائیگا۔ صرف وہی لوگ باقی رہ جائینگے جنمیں خیر نہیں ہے تو وہ اپنے آباء کے دین پر پلٹ جائینگے

اور عمران بن حصین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی کہ فرمایا میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر مقاتلہ کرتی رہیگی، حتیٰ کہ اُن کا آخری قتال "المسیح الدجال" سے ہوگا۔

اور جابر بن سمرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اس دین کو قایم رکھنے کیلیے مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ قتال کرتی رہیگی یہانتک کہ قیامت قایم ہو جائے۔

اور عقبہ بن عامر سے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میری اُمت کی ایک جماعت امر اللہ پر ہمیشہ قتال کرتی رہیگی، اور اپنے دشمنوں پر غالب رہیگی اور اُسے کسی کی مخالفت نقصان نہ پہنچا سکیگی، حتیٰ کہ قیامت آجائیگی، اور وہ اسی پہ رہیگی"۔

اس پر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ درست ہے اسکے بعد اللہ تعالیٰ مشک کی خوشبو کی مانند ایک خوشبودار ہوا بھیجیگا، جو چھونے میں ریشم کی مانند ہوگی، وہ ہوا کسی ایسے انسان کو

نہ چھوڑے گی، جسکے دل میں رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان ہے، مگر وہ اُسے قبض کرلیگی پھر شریر لوگ ہی رہ جائینگے اُنہی پر قیامت قائم ہوگی۔ (رواہ مسلم)

اور مسلم نے بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ بھی روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں دجّال نکلے گا جو کہ چالیس (دن) ٹھہریگا۔ اور اسی حدیث میں مذکور ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجّال کو قتل کرینگے۔ اور ہوا نکلنے اور مومنین کی ارواح کو قبض کرنے، شریر لوگوں کے باقی رہنے کا ذکر فرمایا، یہانتک فرمایا کہ اُنکے لیے شیطان صورت بناکر ظاہر ہوگا، وہ کہے گا کیا تم میری بات کو نہیں مانتے؟ لوگ کہینگے تو کیا حکم دیتا ہے، تو وہ اُنھیں بُت پرستی کا حکم دیگا۔" اور مکمل حدیث بیان کی۔

اقول ۱:- میں کہتا ہوں کہ یہ حدیثیں تمہارے مذہب کے بطلان پر بہت واضح دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ سب حدیثیں تصریح کرتی ہیں کہ اس اُمت میں بتوں کی پرستش اس سے پہلے نہ ہوگی جبتک کہ آخر زمانہ میں تمام مومنوں کی جانوں کو پاکیزہ ہوا کے ذریعہ نہ قبض کرلیا جائیگا۔ جیساکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُت پرستی کے ظہور میں بیان فرمایا۔

اور وہ جو سیدہ صدیقہ نے آیت کریمہ سے اپنے مفہوم کے ذریعہ معارضہ فرمایا کہ دینِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام دینوں پر غالب رہیگا، اور یہ بُت پرستی غلبۂ دین کے بعد کیسے ہوگی؟ تو اُنھیں حضور نے اسکا مطلب و مراد واضح فرمادیا، اسکی خبر دیدی کہ آیت کریمہ کا مفہوم حق ہے، بلاشبہ اصنام پرستی نہیں ہوگی جبتک کہ پاکیزہ ہوا کے ذریعہ تمام مسلمانوں کی روحوں کو نہ قبض کرلیا جائے۔ لیکن اس سے پہلے اصنام پرستی ہرگز نہیں ہوگی، یہ تمہارے مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ تمہارے قول کے بموجب تمام بلادِ اسلامیہ میں مدتوں سے لات و عزّیٰ کی پرستش ہورہی ہے، اور تمہارے شہروں کے سوا، تمہارے قول کے بموجب تقریباً آٹھ سو سال سے کوئی شہر اس سے باقی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ تم گمان کرتے ہو کہ جس نے تمہارے تمام قولوں کی موافقت کی وہ تو مسلمان ہے، اور جس نے تمہاری مخالفت کی وہ کافر ہے۔ تو یہ حدیث صحیح تمہارے

مذہب کے بطلان کو خوب واضح کرتی ہے، اسکے لیے جسکے سننے والے کان ہوں۔

نیز سیدنا ابن عمر کی وہ حدیث جس میں ہے کہ ایک جماعت منصورہ ہمیشہ حق پر قتال کرتی رہیگی یہانتک کہ اُن کا آخری قتال مسیح دجال سے ہوگا"۔ اسی طرح عقبہ کی حدیث کہ ایک جماعت حق پر قتال کرتی رہیگی، اور ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی یہانتک کہ قیامت آجائے وہ اس پر قایم رہیگی"۔ تو یہ معلوم ہے کہ دجال کا انتہائی کام یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو غیر اللہ کی پرستش کی طرف بلائے۔ پھر جبکہ غیر اللہ کی پرستش تمام بلاد اسلامیہ میں غالب ہے، تو فتنۂ دجال کے خبر دینے اور تمام نبیوں کا اپنی اپنی اُمتوں کو اس سے ڈرانے کا کیا فائدہ؟ اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دجال سے ڈرایا تو وہ جماعت منصورہ جو حق پر قتال کرتی رہی ہے، اور اُسکا آخری قتال دجال سے ہو گا، کہاں ہے؟ جو اُن مشرکوں سے قتال کرے جنھوں نے تمہارے گمان کے بموجب اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنا رکھا ہے۔ کیا تم یہ کہو گے کہ وہ پوشیدہ ہے؟ تو یہ احادیث بتا رہی ہیں، وہ ظاہر ہوگی۔ کیا تم کہو گے کہ وہ کمزور ہے؟ تو یہ ان احادیث میں ہے کہ وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہیگی۔ کیا تم یہ کہو گے کہ وہ زمانۂ دجال میں آئے گی؟ تو ان احادیث میں ہے کہ وہ جماعت ہمیشہ رہی ہے اور ہمیشہ رہیگی۔ کیا تم کہو گے وہ ہم ہی لوگ ہیں؟ تو تم تو تقریباً آٹھ سال سے ہو۔ اب ہمیں بتاؤ تم سے پہلے وہ کون لوگ ہیں؟ تاکہ ہم تمہاری تصدیق کریں، ورنہ تم وہ نہیں ہو۔

لہٰذا ان احادیث میں خدا کی قسم تمہارا بہت بڑا رد ہے، اور تمہارے مذہب کا فساد خوب واضح ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے صلوٰۃ وسلام ہو اُس ہستی مقدس پر جو ایسی کامل شریعت لیکر آئے جس میں ہر گمراہ کی گمراہی کا مکمل رد وبیان ہے۔

اسی طرح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ شیطان بعد قبض کر لینے مسلمانوں کی جانوں کے، صورت بدل کر لوگوں میں آئیگا، اور اُنکو اپنی طرف بلائے گا تو لوگ کہینگے تو کیا چاہتا ہے؟ تو وہ اُنھیں بت پرستی کا حکم دیگا۔ پھر جبکہ تمام بلاد اسلامیہ

خواہ حجاز ہو یا یمن و شام، شرق ہو یا غرب، بتوں سے بھر لیے ہیں، اور وہاں بتوں کی پرستش ہوتی ہے تمہارے گمان کے بموجب، تو ان احادیث میں اسکی خبر دینے کا کیا فائدہ؟ جس میں ہے کہ بتوں کی پرستش اسوقت ہوگی، جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر اس مسلم کو جسکے دل میں رائی کے دانہ کی برابر ایمان ہے، وفات دیدیگا؟ اور آخر زمانہ میں دجال سے قتال کرنے کا کیا فائدہ؟ جبکہ ان طویل زمانوں میں جو کہ تقریباً چھ سات سو سال سے لوگ تمہارے قول کے بموجب بت پرستی میں مبتلا رہیں ان اصنام پرستوں سے قتال نہ کیا؟ خدا کی قسم! یہ وہی معاملہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وہ آنکھوں کو اندھا نہیں کرتا لیکن وہ دل جو سینوں میں ہیں انکو اندھا بناتا ہے" تو یہ وجوہ و استدلال جن کا ذکر ہم نے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے، جو پیروی حق کا قصد کرے اور صراطِ مستقیم پر چلنا چاہے، اسکے لیے کافی ہیں۔

اب رہے وہ لوگ جنکو خواہشوں نے اندھا بنا رکھا ہے، اور نفسانی ریا میں مبتلا ہیں تو وہ ویسے ہیں جنکے لیے حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

اور اگر ہم اُن پر فرشتوں کو اُتارتے اور اُن سے مُردوں کو بلواتے اور اُنکے سامنے اُن پر ہر شے کو اُٹھاتے، تو وہ پھر بھی ایمان لانیوالے نہ تھے بجز اُن کے جنکو خدا چاہے۔

اور ہم اُن ہی سے معارضہ کر رہے، جو خلافِ شریعت گامزن ہیں، اور ہم اُس اللہ سے جسکے سوا کوئی معبود نہیں، سوال کرتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ شریعت عطا فرمائے جسے اللہ نے مشروع فرمایا، اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا، اور جو ہمارے بعد اُن لوگوں کے درمیان ہے جن پر علماءِ اُمت کی مراد ہے۔ اور وہی ہمارے لیے عہد و میثاق ہو۔ اگر حق اُن کے ساتھ ہو، تو ہمیں اُن کا فرمانبردار بنا۔

ایک عجیب واقعہ سے استدلال پر اظہار بطلان

لیکن سب سے زیادہ تعجب خیز تمہارے بعضوں کا وہ استدلال ہے، جو قدامہ بن مظعون، اور انکے ساتھیوں کے قصہ سے ہے، جنھوں نے اس آیت کی تاویل سے خمر (شراب) کو حلال جانا تھا۔ ارشادِ باری ہے :۔

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا الآیہ	نہیں ہے کوئی حرج ایمانداروں اور نیک عمل کرنیوالوں پر انھیں جو کھایا ....

بلاشبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے ساتھ اجماع کیا کہ اگر وہ لوگ رجوع کرلیں، اور تحریم خمر کا اقرار کرلیں، تو بہتر ورنہ قتل کردیئے جائیں "۔

اقول :۔ میں کہتا ہوں کہ تحریم خمر، ضروریاتِ دین میں سے بداہۃً معلوم ہے جو کہ کتاب وسنت اور تمام علماء امت کے اجماع سے ثابت ہے، باوجود اسکے تمام مہاجرین و انصار اور ہر مسلمان نے انکے زمانہ میں اسکی حرمت پر اجماع کیا۔ اور اس زمانہ میں تمام امت کا ایک ہی امام تھا، اور دینِ اسلام انتہائی ظہور میں تھا، ان تمام کے باوجود خمر کو حلال جاننے والوں کی تکفیر نہیں کی گئی، نہ سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) نے اور نہ کسی اور صحابی نے بجز اسکے کہ انکو امامِ وقت کے بلانے کے بعد اور انھیں غیر مشتبہ اور واضح طور پر سمجھانے کے بعد دشمن جانا گیا۔ بلاشبہ اگر کوئی کتاب وسنت اور اجماع امت، جو کہ اجماع قطعی ہے اور امام عادل جسکی امامت پر تمام امت مجتمع ہو، انکی اقامتِ حجت کے بعد پھر عناد کرے تو ان پر قتل کی حد جاری کیجائیگی۔ ان سب کے باوجود جو تمہارے مفاہیم فاسدہ کی مخالفت کرے تم اسے کافر قرار دیتے ہو، حالانکہ جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھے اسکے لیے یہ جائز نہیں کہ تمہارے فاسد مفاہیم کی پیروی کرے اور تمہاری تقلید کرے، اور تم ان لوگوں پر اس قصہ سے حجت قایم کرتے ہو، بلکہ خدا کی قسم! جو اس سے حجت پکڑتا ہے وہ خود اسی پر حجت قایم ہوتی، اور تمہارے مذہبی راستہ کو ان لوگوں کی راہ کے مطابق بتاتی ہے جنھوں نے خمر کو حلال جانا ہے۔ البتہ یہ قصہ تمہارے مخالفوں پر قیامِ حجت میں اسکے لیے

راہِ راست کے زیادہ قریب ہے، جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مانند مہاجرین وانصار میں اپنے آپ کو سمجھے، فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ دیکھا تم نے اپنے آپکو کتنی بلاؤں میں پھنسا رکھا ہے۔

اور یہ بھی تمہارے عجائبات میں سے ہے کہ تم شیخ کی اس عبارت سے حجت لیتے ہو جو "الاقناع" میں ہے کہ "جس نے کہا علی خدا ہیں، اور جبرئیل سے غلطی واقع ہوئی، بلاشبہ یہ کفر ہے، اور جو انھیں کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ مگر تعجب وحیرت ہے کہ کیا کوئی مسلمان اس میں شک کرتا ہے کہ جو کہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ہے نہ وہ علی ہیں اور نہ کوئی اور انکے سوا، وہ مسلمان ہے؟ اور کیا کوئی مسلمان اس میں شک کرتا ہے، جو کہے کہ روح الامین نے نبوت کو علی کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب پھیر دیا ہے، وہ مسلمان ہے؟ لیکن تم تو ایسا نقل کر رہے ہو، گویا کسی نے ایسا ہی کہا ہے کہ (معاذ اللہ) علی خدا ہیں، یہانتک کہ تم نے تو جا ایسا کرے آپکا معبود نام رکھدیا، گویا وہ معبود قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ تم جاہلوں کی باتوں پر شبہ میں پڑ رہے ہو۔ لہٰذا کوئی اہلِ علم یہ نہیں کہتا کہ جو کسی مخلوق سے کچھ مانگتا ہے گویا وہ اُسے معبود بناتا ہے، یا جو اُس سے نذر مانتا ہے، یا ایسا ایسا کام کرتا ہے، وہ اُسے خدا تصور کرتا ہے، لیکن یہ نام تمہارے رکھے ہوئے ہیں، جنکو تم نے تمام اہلِ علم کے درمیان اختراع کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو اور علماءِ عظام رحمہم اللہ کے کلام کو اپنے فاسد مفہوموں پر محمول کیا ہے فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

کتاب وسنّت سے مشرکین کا مذہب

اب کچھ ہم وہ تذکرہ کرتے ہیں جسے بعض اہلِ علم نے اُن مشرکین کے مذہب کی صفت میں بیان کیا ہے جنھوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی ہے۔ (صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم)

چنانچہ ابنِ قیم بیان کرتے ہیں کہ تمام لوگ ہدایت اور دینِ حق پر ہی تھے، اور سب سے پہلا شیطان ہے جس نے انکو بت پرستی اور نبوت کے انکار کا فریب دیا، اور شیطان کا سب سے پہلا فریب قبروں پر اعتکاف اور انکی تصویر سازی کے ذریعہ سے تھا، جیسا کہ

اللہ تعالٰے نے ان کا قصہ اپنی کتاب میں بیان فرمایا۔ ارشاد ہے

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۔ الآیہ (پ ۲۹ سورۃ نوح)	قوم نوح کے کفار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا، اور ودّ سُواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قوم نوح (علیہ السلام) کے صالح مردوں کے یہ نام تھے، پھر یہ جب رحلت کر گئے، تو شیطان نے اس قوم میں نشر کیا کہ انکا مجسمہ تراش کر انکی ان جگہوں میں جہاں یہ بیٹھا کرتے تھے نصب کر دو، اور انکو انہی کے ناموں سے یاد کرو تو انھوں نے ایسا ہی کیا، یہانتک کہ جب وہ سب مر گئے اور تعلیم نبوت جاتی رہی تو اسے پوجنے لگے انتہیٰ پھر اللہ تعالیٰ نے انکی طرف حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا، انھوں نے عبادت و توحید الٰہی کی تلقین فرمائی، تو انھوں نے آپ کی تکذیب کی، تب اللہ تعالیٰ نے طوفان کے ذریعہ ان سب کو ہلاک کر دیا

اسکے بعد عمرو بن عامر وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں تغیر و تبدل کیا، اور اس نے سمندر کے کناروں سے قوم نوح کے بتوں کو نکلوایا، اور اہل عرب کو انکی پرستش کی طرف بلایا۔ پھر اہل عرب نے اسکے مدتوں بعد انہیں پوجنا شروع کر دیا، اور اسے اچھا جاننے لگے، اور اپنے سابقہ دین کے طور طریق کو بھول گئے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بتوں کی پرستش سے بدل ڈالا۔ اور ان میں دین ابراہیمی میں سے صرف تعظیم خانہ کعبہ اور حج باقی رہ گیا۔ اور وہ نزار رہتا جو حج و طواف کے تلبیہ میں کہتا تھا لبیك لا شریك لك لبیك الا شریكا هولك تملكه وما ملك"۔ اسکے بعد وہ بیان کرتے ہیں، کہ پھر ہر وادی و قبیلہ کے لیے جدا گانہ بت بنگئے جنکی وہ پرستش کرتے تھے۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کیلئے مبعوث فرمایا۔ قریش نے کہا

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۔	کیا چند خداؤں کا ایک خدا بنا لیا، یہ تو بڑی عجیب چیز ہے۔

پھر تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کوئی سفر کرتا اور منزل میں اترتا، تو چار پتھر جو انکی آنکھوں

کو بھلے لگتے اٹھا لیتا، ایک کو تو رب بنا لیتا، اور باقی تین پتھروں سے رفع حاجت کے بعد استنجا کرتا۔ پھر جب وہاں سے کوچ کرتے، تو اُسے پھینک دیتے، پھر جب دوسری منزل پر پہنچتے، تو پہلے کے مطابق کرتے۔

امام حنبل، رجا عطاردی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہم زمانۂ جاہلیت میں پتھروں کو پوجا کرتے تھے، جب ہم اس سے خوبصورت کسی پتھر کو پاتے، تو پہلے کو پھینک دیتے، اور اُسے اٹھا کر خدا بنا لیتے۔ اور جب ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا، تو ہم مٹی کو کھود کر اکٹھا کرتے اور اُسے بکری کے پاس لاتے اور اُس پر اُسکا دودھ دوہتے اور گوندھ لیتے۔

اور ابو عثمان نہدی سے مروی، انھوں نے کہا کہ جاہلیت میں ہم پتھر کو پوجتے تھے پھر جب کسی پکارنے والے کی یہ آواز سنتے کہ اے مسافرو! تمہارا رب گم ہوگیا ہے، تو وہ رب کو تلاش کرتے، اور دشوار و خطرناک پست گھاٹیوں میں جاتے، ہم اسی جستجو و تلاش میں ہوتے کہ کوئی پکارنے والا کہتا کہ ہم نے تمہارے رب کو، یا مشابہ چیز کو پالیا، تو جب اس پتھر کو ہم اونٹوں کی قربانی چڑھاتے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا ہے، تو خانۂ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بتوں کو پایا، تو آپ اُن کے چہروں اور آنکھوں کو اپنی کمان سے اشارہ کرتے اور فرماتے جاتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (حق آیا اور باطل بھاگا) تو وہ بت چہروں کے بل زمین پر گر پڑتے۔ پھر آپ نے مسجد حرام سے نکال پھینکنے اور جلا ڈالنے کا حکم فرمایا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان، مشرکوں کو مختلف ذرائع سے فریب دیتا اور بہکاتا تھا۔ وہ کسی کو مردوں کی تعظیم کی طرف بلاتا اور کہتا کہ انکی صورتیں اور مجسمے بنا کر رکھو، جیسے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کو ورغلایا، اور کسی کو کہتا کہ وہ اپنے گمان کے مطابق اُن ستاروں کی صورتیں گھڑو، جو اُنکے نزدیک جہان میں اثر کرنیوالے ستارے ہیں، اور انکے لیے گھر، کمرے اور پردے بناؤ، اور سجدہ و قربانی کرو۔ اور بت پرستی کے قسم سے ایک سورج پرستی ہے، وہ گمان کرتے تھے کہ یہ فرشتوں کا بادشاہ ہے، جنکے لیے نفس و عقل ہے، اور وہی چاند، ستاروں کے نور کا اصل ہے، اور تمام موجودات سفلیہ

انکے نزدیک اسی کے تحتِ قبضہ ہیں، اور وہ انکے نزدیک آسمان کا فرشتہ ہے تو وہ تعظیم و سجود کا مستحق ہے، اور انکی شریعت میں اسکی پرستش کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ اسکے لیے بت بناتے اور اسکے لیے ایک مکان خاص کرتے اور اس گھر کی طرف آتے، اور ہر روز تین مرتبہ وہاں پہنچتے پجاری انھیں لیکر جاتے، وہ اسکے نزدیک کرتے اور خاموش رہنے کو کہتے، وہ دعا مانگتے رہتے اور جب سورج نکلتا اور جب غروب ہوتا اور جب نصف آسمان پر چڑھتا تو سب کے سب اسے سجدہ کرتے

ایک اور گروہ ہے جنھوں نے چاند کا بت بنایا ہے، وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مستحق تعظیم و عبادت ہے، اور اسی کے قبضہ میں نچلی دنیا کا انتظام ہے۔ وہ اسکی پرستش کرتے، عبادت کرتے، سجدہ کرتے، اور ہر مہینہ کے خاص دنوں میں برت رکھتے ہیں۔ پھر وہ کھانا، شراب اور پھل چڑھاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جنھوں نے ستاروں کی شکلوں پر بت بنا رکھے ہیں اور ہر ستارے کیلیے جداگانہ ہیکل و عبادتخانے تعمیر کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک ہیکل خاص ہوتا اور بت بھی خاص ہوتا اور اسکی پرستش بھی خاص ہوتی۔ اور تمام بت پرست اسکی پرستش کیلیے جمع ہو کر پہنچتے ہیں۔ کیونکہ انکے لیے کوئی خاص طریقہ کسی خاص شخص کیلیے مقرر نہ تھا، وہ ہر شکل میں اس کی پرستش کرتے، اعتکاف کرتے نظر آتے ہیں۔

اسکے بعد وہ کہتے ہیں کہ بت پرستوں کی ایک جماعت وہ ہے جو آگ کو پوجتی ہے یہانتک کہ انھوں نے اسے معبود بنالیا، اور اسکے لیے بہت سے آتشکدے تعمیر کیئے، اور پردے اور خزانے بنائے، حتیٰ کہ وہ ایک لحظہ کیلیے بھی آگ بجھنے نہیں دیتے ہیں۔ انکے نزدیک اسکی پرستش کا طریقہ یہ ہے کہ وہ آگ کے گرد گھومتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو تقرب کے لیے اپنے آپ کو آگ میں ڈالدیتے ہیں، اور بعض وہ ہیں جو تقرب کیلیے اپنی اولاد کو ڈالدیتے ہیں۔ بعض پرستش کرنے والے وہ ہیں جو غیر شادی شدہ رہتے ہیں، اور ہمیشہ اسکے لیے برت رکھتے ہیں ان کے لیے پرستش کے خاص اطوار ہیں جن پر وہ قایم رہتے ہیں۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو پانی کو پوجتے ہیں، ان کا گمان یہ ہے کہ وہ ہر شے کی اصل ہے، انکے نزدیک اسکی پرستش کے کچھ اسلوب ہیں۔ وہ منتر و جنتر پڑھتے اور سجدے کرتے ہیں۔

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو جانوروں کو پوجتے۔ کچھ لوگ گائے کو پوجتے، کچھ لوگ گھوڑے کو پوجتے، اور کچھ لوگ انسان کو پوجتے ہیں، اور کچھ لوگ درختوں کو پوجتے ہیں اور کچھ لوگ شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ (الآیتین)

اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی پرستش مت کرنا۔

پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو اقرار کرتے ہیں کہ جہان کا بنانیوالا وہ ہے جو فاضل حکیم اور عیوب ونقائص سے مقدس ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اُس تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں ملتی بجز وسائط و وسائل کے۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم روحانی وسائل و وسائط جو کہ اُس سے قریب ہوں تقرب کیلئے اختیار کریں، تو ہم انکے ذریعہ قربت پاتے ہیں، اور انکو مقرب سمجھتے ہیں تو رب الارباب کے حضور جو سب کا خدا ہے، یہ ہمارے رب، معبود اور شفیع ہیں تو ہم انکی پرستش اللہ کی قربت کیلئے ہی کرتے ہیں۔ تو اب ہم انکے آگے حاجتیں بیان کرتے ہیں اور اپنے احوال پیش کرتے ہیں، اور اپنے کاموں میں ان کا خصہ مقرر کرتے ہیں تو یہ ہمارے اور اپنے معبود، خدا کی طرف شفاعت کرتے ہیں۔ اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی بجز روحانیات کے ذریعہ استمداد کے، تو انکے سامنے پرستش میں عاجزی اور گڑگڑانے کا یہ سبب ہے۔ اور یہی وجہ بھینٹ، جانوروں کی قربانی اور دھونی رمانے کی ہے۔ یہی وہ اصلی کافر ہیں جنکی طرف تمام رسول دو پیغام لیکر آئے، ایک یہ کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو، دوم یہ کہ آسکے رسول پر ایمان لاؤ، اور جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں اُسکی تصدیق و اقرار اور اطاعت کرو گزشتہ تمام امتوں کے مشرکوں کا یہ مذہب ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم اور خدا کی تمام کتابیں کفری دین اور انکے پیروکاروں کے بطلان کی وضاحت کرتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ منع فرماتا ہے کہ کسی دوسرے کو اسکا مثل، شریک اور مشابہ قرار دیا جائے بلاشبہ مشرکین نے تشبیہیں اور مجسمے بنالئے، اور انھوں نے خالق کے ساتھ انکی تعظیم و عبادت کی اور انھیں خصوصیات الٰہیہ دیدیئے، اور صراحت سے کہنے لگے کہ یہ معبود ہیں، اور بہت سے

خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کو ماننے سے انھوں نے انکار کیا۔ اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں پر قایم رہو، اور انھوں نے صراحت سے کہا کہ یہ وہ معبود ہیں، جن سے امید رکھتے، خوف کرتے تعظیم کرتے، انھیں سجدہ کرتے اور قربتوں کا ذریعہ جانتے ہیں۔ انکے سوا وہ تمام خصوصیتیں جو عبادت کی ہیں جنھیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا بنالیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ کیلیے شریک نہ بناؤ" اور فرماتا ہے کہ "کچھ لوگوں نے خدا کے سوا بہت سے شریک بنا رکھے ہیں" الآیہ تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مخلوق کو خالق کا مثل، شریک اور شبیہ بنایا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شریک ہے، اور فلاں مثیل و شبیہ۔

ابن زید کہتے ہیں کہ اِلٰہ وہ ہے جسے خدا کے ساتھ شریک بنائیں۔ اور زجاج کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کیلیے مثیل و نظیر نہ بناؤ۔ وہی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ای یعدلون به غیرہ فیجعلون له من خلقه عدلاً و شبھًا

تمام تعریفیں اس اللہ کیلیے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور اندھیروں اور روشنی کو بنایا پھر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کیساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انھوں نے اسکیے ساتھ غیر کو شریک بنایا، تو انھوں نے اسکے لیے اسکی مخلوق سے مثیل و شبیہ بنالی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یَعْدِلُوْا کا مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ میری مخلوق سے بت اور پتھر کو معبود ٹھہرایا بعد میری نعمتوں اور میری ربوبیت کے اقرار کے زجاج کہتے ہیں کہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا خالق ہے جسکا ذکر آیت میں ہے، اور اسکی مخلوق میں سے خالق کا کوئی ہم مثل نہیں ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ کفار، خدا کیلیے "عدل" ٹھہراتے تھے اور "عدل" برابر کو کہتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شئے فلاں شئے کے مساوی یعنی برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا "کیا اسکے لیے کوئی شبیہ جانتے ہو" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شبہ و مثل وہ ہوتا ہے

جو اسکے ہم نام ہو، تو ارشاد نفی کرتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی شے خالق کے مشابہ اور مماثل ہو،
اور کسی حیثیت سے اسکی عبادت و تعظیم کیجائے ۔ اور اسی ضمن میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ "نہیں ہے اسکے لیے کوئی کفو" ۔ اور اسی کا ارشاد ہے لَيْسَ
كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ "کوئی چیز اسکی مثل نہیں ہے" بلاشبہ ان سے مقصود نفی کرنا ہے کہ کوئی
اسکا ند تو شریک ہے اور نہ کوئی مستحق عبادت و تعظیم ہے ، اور وہ شبہہ جس سے نفی و منع کے ذریعہ
ابطال کیا ، وہ عالم کا اصل شرک اور بتوں کی پرستش ہے ۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کسی اپنے جیسی مخلوق کیلیے سجدہ نہ کیا جائے ۔ یا کسی مخلوق کی قسم کھائی جائے
یا یہ کہا جائے کہ "جو اللہ چاہے اور تو چاہے" ۔ اور اس قسم کی ایسی بہت سی ممنوعات ہیں جو عالم
کے اصل شرک کے مشابہ ہیں ۔ انتہیٰ کلام ابن قیم ملخصاً

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس کلام کو اسلیے نقل کیا ہے کہ تم جان لو مشرکین کے شرک کی صفت
کیا ہے ؟ اور یہ کہ تم جان لو کہ وہ امور جنکی بنا پر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہو، اور مسلمان کو ملت
اسلامیہ سے خارج کرتے ہو، وہ ایسے کفر و شرک نہیں ہیں جیسا کہ تم شرک اکبر اور ان اصلی
مشرکوں جیسا، جنھوں نے تمام رسولوں کی تکذیب کی ہے گمان کرتے ہو ۔ بلاشبہ یہ افعال جنکی
وجہ سے تم تکفیر مسلمین کرتے ہو، اس شرک کی شاخیں ہیں، شرک اصلی نہیں ہیں، اور اسی وجہ سے
علماء کے بعض عالم نے کہا کہ یہ شرک ہیں، اور ان کا نام شرک رکھا اور اسکا شمار شرک اصغر میں کیا ۔
اور ان علماء میں سے بعض نے ان کا نام شرک نہ رکھا اور اسکا ذکر محرمات میں کیا ، اور بعض نے
مکروہات میں گنایا ، جیسا کہ اہل علم کی کتابوں سے اپنے مقام پر مذکور ہیں ، جو ڈھونڈے پائے ۔
اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ان باتوں سے بچائے جس سے وہ غضبناک ہو ، آمین والحمد للہ رب العٰلمین

خاتمہ

علم سکھانیوالے کی صفات

فصل :- اب ہم اس رسالہ کو اس بیان پر ختم کرنا چاہتے ہیں
جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سکھانیوالے کی صفت میں حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں

حدیث (۱) :- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے اسلام کے بارے میں سوال کیا، فرمایا شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قایم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اگر اس تک جانیکی استطاعت رکھے۔ جبرئیل نے عرض کیا سچ فرمایا۔ کہا اب مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اسکے فرشتوں پر، اسکے رسولوں پر، روز آخرت پر، اور ایمان لاؤ تقدیر کے خیر و شر پر، جبرئیل نے عرض کیا سچ فرمایا۔ کہا اب مجھے احسان کے بارے میں فرمائیے؟ فرمایا یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اسطرح، گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ نہو، تو یوں سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، عرض کیا سچ فرمایا الحدیث

اس حدیث میں یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام تمہارے پاس تمہیں دین سکھانے کیلیے آئے اسے مسلم نے روایت کیا، اور بخاری نے اسکے ہم معنی روایت کی۔

حدیث (۲) :۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) شہادت دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قایم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا

حدیث (۳) :۔ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عبد القیس کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم ماہ حرام کے سوا حاضر ہونے سے معذور رہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں، تو ہمیں ایسا امر فیصل ارشاد فرمایئے، جسے ہم اپنے پیچھے رہنے والوں کو بتائیں، اور جس سے ہم جنت میں داخل ہوں؟ تو ان سے ارشاد فرمایا، اللہ وحدہٗ پر ایمان لانا ہے۔ فرمایا جانتے ہو اللہ وحدہٗ پر ایمان لانا کیا ہے؟ کہنے لگے اللہ اور اسکا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں نماز قایم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور غنیمت میں سے پانچواں حصہ دینا ہے اور فرمایا انکو خوب یاد کرلو، اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو انکی خبر دیدو"

حدیث (۴) :- ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرتِ معاذ کو یمن کی طرف بھیجا، تو فرمایا "تمہارے پاس اہلِ کتاب کی قومیں آئینگی، تو تمہیں چاہیے، سب سے پہلے جس چیز کی طرف تم انہیں دعوت دو" وہ یہ ہو کہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ پھر اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو انہیں سکھانا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں، تو انھیں سکھانا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر صدقہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ فرض کی ہے تو اُن کے مالداروں سے لیکر اُنکے غریبوں کی طرف لوٹا دینا" اسے بخاری نے روایت کیا۔

حدیث (۵) :- سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں حتیٰ کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں" نماز قایم کریں" زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ ایسا کرنے لگیں" تو مجھ سے اپنے خون اور اموال بچا لینگے، مگر یہ کہ اسلام کا حق وحساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (۶) :- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں جبتک وہ کہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جب وہ اسے کہہ لینگے، تو وہ اپنے خون و اموال کو مجھ سے بچا لینگے، مگر یہ کہ اس کا حق وحساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ اور اسے احمد و ابنِ ماجہ اور ابنِ خزیمہ نے اس زیادتی کے ساتھ روایت کیا کہ" اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں" اور نماز قایم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ تو مجھ پر اُنکے اموال اور جانیں حرام ہو جاتی ہیں"

حدیث (۷) :- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہانتک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" اور یہ کہ جو کچھ میں لایا ہوں اُس پر ایمان لائیں، پھر جب وہ ایسا کر لینگے

تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بچا لینگے، بجز اُسکے حق کے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (۸):۔ بریدہ ابن حصیب کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تھے، پھر حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ فرمایا جب کسی شہر کو یا قلعہ کو گھیر لو، تو جب وہ شہادت دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو انکے لیے وہی ہے جو تمہارے لیے ہے اور اُن پر وہی فرض ہے، جو تم پر ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (۹):۔ مقداد بن اسود سے مروی انھوں نے کہا، یارسول اللہ! اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ مشرکوں میں کا ایک مجھ سے قتال کرتا ہے، میری تلوار کے ایک وار سے اُسکا ایک ہاتھ کٹ جاتا ہے، پھر وہ ایک درخت کی پناہ لیکر کہتا ہے کہ میں اللہ پر ایمان و اسلام لایا، تو یارسول اللہ کیا میں اُسے قتل کروں اس کہنے کے باوجود؟ فرمایا اُسے قتل نہ کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اُسکا ایک ہاتھ کٹ چکا ہے؟ فرمایا ایک ہاتھ کٹ جانے کے بعد بھی اُسے قتل نہ کرو، کیونکہ اب قتل کرنے سے پہلے وہ تمہاری مانند ہے اور تم اُسکی مانند قبل اسکے کہ تم اس کلمہ کو کہتے جسے کہا۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (۱۰):۔ اُسامہ کی حدیث میں ہے کہ اُنھوں نے ایک شخص کو قتل کیا بعد کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہنے کے، تو اس کلمہ کا قیامت میں کیا جواب دو گے؟ اس پر انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ! بلاشبہ اُس نے یہ کلمہ اپنی جان بچانے کے لیے کہا تھا۔ فرمایا کیا تم نے اسکا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اسے مکرر فرمایا کون ہے تیرا لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ قیامت میں؟ اُسامہ کہتے ہیں کہ میں نے خواہش کی کہ کاش آج ہی میں ایمان لاتا۔ اُسامہ کی یہ حدیث صحیحین میں ان لفظوں سے ہے کہ اُسامہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہینہ کے قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا، تو ہم سب نے قوم کے چشموں پر صبح کی۔ اُسی آن مجھے اور ایک اور انصاری شخص کو اُس قبیلہ کا ایک شخص ملا، پھر جب ہم دونوں اُس پر چھا گئے، تو وہ کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ اس پر انصاری تو رک گیا، مگر میں نے ایک بھالا مار کر اُسے ہلاک کر دیا، پھر جب ہم واپس آئے اور اسکا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا، تو حضور نے مجھ سے فرمایا، اے اُسامہ کیا تم نے

اُسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کردیا؟ آپ اسے بار بار فرماتے رہے۔ اُسوقت میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ فرمایا کیا تم نے اُسکے دل کو چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اور ایک روایت ابن مردویہ از ابراہیم تیمی وہ اپنے والد سے وہ اُسامہ سے، یہ ہے کہ فرمایا اُس شخص کو کبھی قتل نہ کرو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہدیا۔"

بیان کرتے ہیں کہ سعد بن مالک نے فرمایا اور میں خدا کی قسم! اُس شخص کو ہرگز قتل نہیں کروں گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہدیا ہو۔

حدیث (۱۱)، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کے قبیلہ کی طرف بھیجا، تو اُنھوں نے انکو اسلام کی دعوت دی، تو اُنھوں نے اسے اچھا نہ جانا کہ وہ کہیں ہم اسلام لائے، اور وہ یہی کہتے رہے "صبأنا صبأنا" (ہمیں چھوڑ دو ہمیں چھوڑ دو) مگر خالد اُنھیں پکڑتے اور قتل کردیتے۔ اسکے بعد بیان کرتے ہیں جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے، تو ہم نے اسکا تذکرہ کیا، اس پر حضور نے اپنے دست مبارک کو اُٹھا کر فرمایا! اے اللہ! میں اس سے تیرے حضور بری ہوں، جو کچھ خالد نے کیا ہے۔ اسے دو مرتبہ فرمایا۔ اسے احمد و بخاری نے روایت کیا۔

حدیث (۱۲)، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غزوہ فرماتے، تو صبح صادق تک غزوہ میں انتظار فرماتے، پھر جب اذان سماعت فرمالیتے، تو رُک جاتے، اور جب اذان نہ سُنتے، تو بعد صبح غزوہ کرتے۔ اسے احمد و بخاری نے روایت کیا اور انہی سے مروی ہے کہ حضور انتظار فرماتے، جب فجر طلوع ہو جاتی، تو اذان سُننے کے انتظار میں رہتے، پھر جب اُن سے اذان سماعت فرمالیتے، تو رُک جاتے، ورنہ حملہ کردیتے۔ پھر ایک شخص سے سُنا وہ کہتا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دین فطرت پر ہے پھر اُس نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تب فرمایا تم جہنم سے نکل گئے۔ پھر سب نے اسکی طرف دیکھا، تو وہ بھیڑوں کا چرواہا تھا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (۱۳)، عصام المزنی سے مروی کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی

سریہ (لشکر) کو روانہ فرماتے، تو ہدایت فرماتے کہ جب تم مسجد کو دیکھو، یا اذان کو سنو، تو کسی کو قتل نہ کرنا۔ اسے احمد و ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

حدیث (۱۴):۔ بروایت اُمِّ سلمہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کہ فرمایا تم پر ایسے حاکم مسلط ہونگے جو جان بوجھ کر برائی کا حکم کرینگے، تو جس نے انکار کیا، وہ بری ہے، اور جو مجبور کیا گیا وہ بچ گیا، لیکن جو راضی ہو گیا وہ تابع بنگیا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا ہم اُن سے قتال کریں؟ فرمایا نہیں جبتک وہ نماز پڑھیں۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۱۵):۔ سیدنا انسؓ سے مروی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو ہمارے جیسی نماز پڑھے وہ محفوظ ہے، اور جو ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ ایسا مسلمان ہے کہ جس کا ذمہ اللہ اور اُس کے رسول پر ہے تو اللہ اُسے اپنے ذمہ میں رکھے۔ (رواہ البخاری)

حدیث (۱۶):۔ حدیثِ خوارج کے ضمن میں ابو سعید سے مروی، انھوں نے بیان کیا کہ ذوالخویصرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "اللہ سے ڈریئے"۔ اس پر حضور نے فرمایا، تیری خرابی! کیا کوئی روئے زمین پر خدا سے ڈرنے والا اور کوئی ہے؟ پھر کہتے ہیں کہ وہ پشت پھیر کر چلا گیا۔ اس پر خالد نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اسکی گردن نہ اڑادوں؟ فرمایا نہیں، ممکن ہے کہ یہ نماز پڑھتا ہو۔ خالد نے عرض کیا، بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو اپنے مونھوں سے وہ باتیں کرتے ہیں، جو اُنکے دلوں میں نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے لوگوں کے دلوں میں نقب لگانے کا حکم نہیں دیا گیا، اور نہ اس کا کہ میں اُنکے شکموں کو چیروں۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۱۷):۔ عبید اللہ بن عدی بن خیار سے مروی کہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف لائے، تو آپ کے ایک سریہ (لشکر) نے کسی منافق شخص کے مار ڈالنے کی اجازت مانگی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کے اظہار میں فرمایا، کیا وہ شہادت نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ انصاری

نے کہا ہاں دیتا تو ہے یا رسول اللہ، مگر شہادت میں سچا نہیں۔ پھر فرمایا کیا وہ شہادت نہیں دیتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ انصاری نے کہا ہاں لیکن شہادت میں صادق نہیں! فرمایا کیا نہیں ہے کہ نماز پڑھے؟ کہا ہاں لیکن اسکی نماز ہی قابلِ قبول نہیں۔ فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جنکے قتل کرنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔" اسے امام شافعی رحمۃ اللہ نے بیان کیا۔

حدیث (۱۸) :- صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، کہا کہ ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا مجھے ایسا عمل بتایئے جسکے کرنے سے میں جنت میں داخل ہوں۔ فرمایا اللہ کی عبادت کرو، اور اسکا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور نمازِ مفروضہ کو قایم کرو، زکوٰۃِ مفروضہ کو ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جسکے دستِ قدرت میں میری جان ہے" میں اس سے نہ زیادہ کرتا ہوں اور نہ کم۔ پھر جب وہ چلا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پسند کرتا ہے کہ وہ جنتی شخص کو دیکھے، تو وہ اس بدوی کو دیکھ لے۔"

حدیث (۱۹) :- عمران بن مرۃ جہنی سے مروی، کہا کہ ایک شخص نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ میں نے شہادت دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور میں پانچوں نمازیں پڑھتا ہوں، اور رمضان کے روزے اسکے وقت میں رکھتا ہوں، تو کہاں ہوں؟ فرمایا تم صدیقین و شہداء کے ساتھ ہو۔" اسے ابنِ حبان اور ابنِ خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا۔

حدیث (۲۰) :- سیدنا عباس بن عبدالمطلب سے مروی، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے ایمان کا مزہ پالیا جو اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہوگیا۔" اسے مسلم نے روایت کیا۔

حدیث (۲۱) :- بروایتِ سعد، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کہ فرمایا جس نے اذان سنکر کہا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده ورسوله اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے سے میں راضی ہوں تو اللہ اسکے گناہوں کو بخش دیتا ہے (رواہ مسلم)

حدیث (۲۲) :- صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں، سب سے افضل لا الٰہ الا اللّٰہ کہنا ہے
اور سب سے کم تر راستہ سے اذیت رساں چیزوں کو ہٹانا ہے، اور حیا ایمان کا شعبہ ہے۔

حدیث (۲۳):۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ ابو طالب کی بیماری میں قریش بھی آئے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے، پھر حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں ان سے چاہتا ہوں کہ یہ سب ایک ایسا کلمہ پڑھیں جسے پڑھ کر اہلِ عرب دیندار بنتے ہیں، اور جسکی بدولت اہلِ عجم انکی طرف جزیہ ادا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا صرف ایک کلمہ؟ آپ نے فرمایا ایک کلمہ۔ وہ یہ کہ تم کہو لا الٰہ الا اللّٰہ۔ تو وہ سب چیخ کر کھڑے ہو گئے، اور اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہنے لگے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ الآیہ کیا بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا بنالیں یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے" اسے احمد ونسائی اور ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن کہا۔

حدیث (۲۴):۔ صحیحین میں سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کے انتقال کا وقت قریب ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے اُنکے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ کو بیٹھے پایا۔ آپ نے فرمایا اے چچا تم کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہدو، میں اس کلمہ کی بدولت تمہارے لیے اللہ کے حضور حجت کر لوں گا اس پر ابو جہل اور عبد اللہ ابنِ ابی اُمیہ نے کہا، کیا تم عبد المطلب[1] کی ملت سے اعراض کرتے ہو

---

[1] کوئی یہ خیال ہرگز نہ کرے کہ حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ ملتِ ابراہیمی کے علاوہ کسی اور دین و ملت پر تھے حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ، اور حضورِ اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین کریمین رضی اللہ عنہما اور آپ کے نسب پاک میں آدم و حوا سے لیکر آمنہ و عبد اللہ بن عبد المطلب علی اللہ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام تک سارے مومن و موحد ہوئے ہیں، کوئی فرد نجاستِ کفر و شرک سے ملوث نہیں۔ امام سیوطی مجدد صدی عشر نے چند رسائل خاص اس مسئلہ پر تحریر فرمائے۔ اور سرکار مجدد اعظم بریلوی رضی اللہ عنہ نے "شمول الاسلام" میں ثابت فرمایا کہ نسب پاک طیب و طاہر افرادِ رجال و نساء پر مشتمل ہے، ابو طالب کا "بل علی ملۃ عبد المطلب" سے مطلب یہ ہے کہ میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہ کروں گا۔ اور دوسری روایت میں ہے (اختر النار علی العار) میں نے عار پر نار کو ترجیح دی۔ ۱۲۔ الرضوی

تب آخری بات ابوطالب نے یہ کہی "بلکہ میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں" - اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا"

حدیث (۲۵) :- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس امر سے نجات کی کیا صورت ہے؟ فرمایا میرے سامنے میرے اس کلمہ کو پڑھ لیتے جسے میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا، تو انھوں نے اسے رد کر دیا تھا تو وہی انکے لیے نجات کا ذریعہ تھا - اسے امام احمد نے روایت کیا -

حدیث (۲۶) :- عبادہ سے مروی کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بلا شبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں، اور یہ کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اور اسکے رسول اور وہ کلمہ ہیں جسے حضرت مریم کی طرف القاء کیا گیا، اور اسی کی طرف سے روح ہیں - اور یہ کہ جنت حق ہے اور جہنم حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کریگا خواہ اسکے کیسے ہی عمل ہوں - (رواہ البخاری والمسلم)

حدیث (۲۷) :- سیدنا انس سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ سے فرمایا جو کوئی بھی صدق دل سے شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام فرما دیتا ہے - عرض کیا، یا رسول اللہ کیا میں اسکی خبر نہ دوں کہ لوگ خوش ہوں؟ فرمایا جب وہ اعتماد کر لیں - چنانچہ معاذ نے اس کی خبر اپنے انتقال کے وقت دی - (رواہ البخاری والمسلم)

حدیث (۲۸) :- سیدنا عبادہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ آگ حرام کر دیتا ہے - (رواہ مسلم)

حدیث (۲۹) :- سیدنا ابوذر سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ بندہ جو لا الٰہ الا اللہ کہے" پھر وہ اسی پر مرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا - (رواہ البخاری والمسلم)

حدیث (۳۰) صحیحین میں عتبان سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ آگ پر اسے حرام کر دیتا ہے جو کہے لا الٰہ الا اللہ اور وہ اسکے ذریعہ رضائے الٰہی چاہے

حدیث (۳۱) :- سیدنا ابوہریرہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنی نعلینِ مبارک دیکر فرمایا کہ ان نعلینِ مبارک کو لیجاؤ اور جو اس باغ کے باہر ملے اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے، اُسے جنت کی بشارت دیدو۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۳۲) :- سیدنا ابوہریرہ سے مروی کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سے وہ کون ہے جسے آپ کی شفاعت کی سعادت ملے گی؟ فرمایا میری شفاعت کے وہ لوگ سعادتمند ہیں جو خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیں۔ (رواہ البخاری)

حدیث (۳۳) :- اُمِّ سلمہ کی حدیث ہے، اور حدیث بیان کی اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ شک کرنے والوں کے سوا اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو انکی موجودگی میں جہنم میں نہ ڈالے گا۔ شک کرنیوالے سے جنت محجوب ہوگی۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حدیث (۳۴) :- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لا الٰہ الا اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے مرے جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ مسلم)

حدیث (۳۵) :- شفاعت کے بارے میں سیدنا انس کی حدیث ہے اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو وہ جہنم سے نکال لیا جائیگا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا، اور اُس کے دل میں جَو کے برابر بھلائی ہوگی اُسے بھی تولا جائیگا، پھر جہنم سے وہ نکالا جائے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اُسکے دل میں گندم کے دانہ برابر ہو اُسے بھی تولا جائے گا، پھر کسی کو نکالا جائیگا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اُسکے دل میں ذرّہ برابر بھلائی ہو تو اُسے بھی تولا جائیگا۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا اور "الصحیح" میں اسکے قریب قریب ابوسعید کی حدیث ہے، اور سیدنا صدیق کی حدیث کو احمد نے نقل کیا۔

حدیث (۳۶) :- معاذ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث (۳۷) :- بروایت معاذ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی، فرمایا جنت کی کنجی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے۔ اسے احمد و بزار نے روایت کیا۔

حدیث (۳۸) :- ابو ہریرہ سے مروی ہے کہا ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے، اتنے میں بلال نے کھڑے ہو کر اذان دی، جب وہ فارغ ہو گئے تو فرمایا جس نے اسکی مثل کہا وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔ اسے نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا

حدیث (۳۹) :- رفاعہ جہنی سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے حضور گواہی دو، کوئی بندہ نہیں مرتا کہ گواہی دی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور اپنے دل میں صادق ہو، پھر اسے جنت کی راہوں میں لیجایا جائے گا۔ (رواہ احمد)

حدیث (۴۰) :- سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا: میں کسی ایسے بندہ کو نہیں جانتا جس بندہ نے صدق دل سے کلمہ پڑھا ہو، پھر وہ اس پر مر جائے، مگر یہ کہ اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی ہو (رواہ الحاکم)

حدیث (۴۱) :- سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب ملک الموت بندہ کے سامنے آتا ہے، تو وہ اسکے اعضاء سے روح نکالتا ہے، تو وہ کسی عضو میں نیکی نہیں پاتا، پھر اسکے دل سے جان نکالتا ہے، وہاں بھی کوئی نیکی نہیں پاتا، پھر وہ جبڑے کھولتا ہے، تو اسکی زبان تالو سے چپکی ہوتی ہے، اور کہہ رہا ہوتا ہے لا الٰہ الا اللہ، تو اللہ تعالیٰ اس کلمۂ اخلاص کی بدولت اسے بخش دیتا ہے اسے طبرانی، بیہقی اور ابن ابی الدنیا نے بیان کیا۔

حدیث (۴۲) :- سیدنا ابو سعید کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھے کچھ سکھا جس کا میں ورد رکھوں، اور اس سے دعا مانگوں؟ فرمایا کہو لا الٰہ الا اللہ۔ عرض کیا، اے رب تیرا ہر بندہ اسی کو پڑھتا ہے؟ فرمایا کہو کہ لا الٰہ الا اللہ، فرمایا بلاشبہ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم اسے خاص کر لو۔ پھر فرمایا اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں ہوں، تو لا الٰہ الا اللہ ان پر بھاری ہوگا۔ اسے ابن سنی، حاکم، اور ابن حبان نے اپنی صحاح میں بیان کیا۔

حدیث (۴۳) :- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا، وہ اُسے نفع دیگا اُس دن جس دن اُسے ایسی مصیبت پہنچے گی کہ اس سے پہلے کوئی مصیبت اُسے نہ پہنچی ہو۔ اسے ابنِ حبان، طبرانی اور بزار نے روایت کیا، اور اسکے تمام راوی صحیح ہیں۔

حدیث (۴۴) :- عبداللہ ابنِ عمر سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں بتادوں وہ وصیت جو حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو فرمائی تھی؟ تو انھوں نے فرمایا اے بیٹے! میں تمہیں دو وصیتیں کرتا ہوں، پہلی وصیت تم سے یہ ہے کہ کہو لا الٰہ الا اللہ کیونکہ اگر اسے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے، اور دوسرے پلڑے میں آسمانوں اور زمین کو رکھا جائے، تو یہ اُن پر غالب آجائے۔ اگرچہ تم اس حالت میں ہو کہ تمہاری جان حلق میں پھنس رہی ہو، یہانتک کہ وہ اللہ کی طرف پرواز کر جائے۔ الحدیث اسے بزار، حاکم اور نسائی نے بیان کیا

حدیث (۴۵) :- بروایت عبداللہ ابنِ عمر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی، فرمایا سب سے بہتر قول جسے میں نے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں نے سکھایا وہ یہ ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ (رواہ الترمذی)

حدیث (۴۶) :- سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے ایمان کیسے تازہ کرتے رہیں؟ فرمایا بکثرت لا الٰہ الا اللہ کہا کرو۔ اسے امام احمد و طبرانی نے بیان کیا

حدیث (۴۷) :- سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ قیامت تمام مخلوق کے سامنے میری اُمت سے وہ شخص بہت جلد خلاصی پائیگا، پھر ننیانوے ۹۹ ڈول اس پر پھیلائے جائینگے، جن کا ہر ڈول حدِ نظر تک ہوگا، پھر اللہ فرمائیگا، کیا تم اسکا انکار کرتے ہو کہ تیرا لکھا ہوا نامۂ اعمال کتنا سیاہ ہے؟ وہ کہیگا نہیں اے رب! پھر فرمائیگا کیا تجھے عذر ہے؟ کہے گا نہیں! پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیگا بیشک ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے جس کی بناء پر آج تجھ پر کوئی ظلم وتاریکی نہیں، پھر ایک ٹکڑا لایا جائیگا جس میں ہوگا کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ پھر فرمائیگا اسکے سامنے کرو۔ اس پر بندہ کہے گا

اے رب! ان ثبرے ثبرے ڈولوں کے سامنے ، اس کاغذ کے ٹپرزے کی کیا حقیقت ؟ فرمائیگا ، اب تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔ اسکے بعد ایک پلڑے میں اُس ٹپرزے کو رکھا جائیگا اور دوسرے پلڑے میں وہ تمام ڈول ، تو ڈولوں کا پلڑا ہلکا ہو جائیگا ، اور ٹپرزے کا پلڑا وزنی کیونکہ اللہ کے نام کے ساتھ کوئی چیز بھاری ہو ہی نہیں سکتی ۔ اسے ترمذی نے بیان کیا اور حسن کہا ۔ اور ابنِ ماجہ و بیہقی اور ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں ، اور حاکم نے بیان کر کے کہا کہ مسلم کی شرط پر ہے ۔

حدیث (۴۸) :۔ عبد اللہ بن عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اس میں ہے کہ لا الہ الا اللہ ، نہیں ہے اُسکے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب یہانتک کہ وہ اُسکے ذریعہ نجات پائے گا ۔ (رواہ الترمذی)

حدیث (۴۹) :۔ بروایتِ حذیفہ ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا یہ اسلام کو ایسا مصفّٰی کر دیتا ہے ، جیسا کہ کپڑا میل سے صاف ہوتا ہے ۔ یہانتک کہ نہیں جانیگا کہ کیا روزہ ہے ، اور کیا صدقہ ، نہ نماز ہے نہ حج ، اور وہ خوش ہوگا کتاب اللہ سے رات میں ، پھر زمین میں اسکی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی ، مگر ایک جماعت بوڑھے مردوں اور بوڑھی عورتوں کی باقی رہے گی ، جو کہے گی ہم نے ماں باپ کو اس کلمہ پر یعنی لا الہ الا اللہ پر پایا ہے ، تو ہم بھی اسے کہتے ہیں ۔ اس پر صلہ بن زفر نے حذیفہ سے کہا لا الہ الا اللہ ۔ انھیں کیسے کفایت کریگا ، حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ کیا روزہ ہے اور کیا نماز ، اور کیا صدقہ ، اور کیا حج ۔ اس پر حذیفہ نے انکو جھڑک دیا ۔ پھر اسے تین مرتبہ دُھرایا ، اور ہر مرتبہ حذیفہ انہیں جھڑکتے رہے ۔ تیسری مرتبہ حذیفہ نے سامنے ہو کر فرمایا ، اے صلہ ! اللہ انکو آگ سے نجات دیگا ۔ اے صلہ ! اللہ ان کو آگ سے نجات دیگا اے صلہ ! اللہ انکو آگ سے نجات دیگا ۔ اسے ابنِ ماجہ و حاکم نے اپنی صحیح میں بیان کر کے کہا بشرطِ مسلم یہ حدیث صحیح ہے ۔

حدیث (۵۰) :۔ سیدنا انس بن مالک سے مروی ، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا ، اصل ایمان ہتھیلی میں ہے ، آپ نے لا الہ الا اللہ مراد لی

کوئی گناہ اسے نہیں مٹاتا، اور نہ کوئی عمل اسے اسلام سے نکالتا ہے۔ الحدیث (رواہ ابوداؤد)

حدیث (۵۱)۔ عبداللہ ابن عمر سے مروی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان روکو! وہ کسی گناہ سے کافر نہیں ہوتے پھر جو اس کلمہ کا پڑھنے والا کفر کرتا ہے، تو وہ کفر کے زیادہ قریب ہوتا ہے (پورا کافر نہیں ہوتا)۔ (رواہ الطبرانی)۔

حدیث (۵۲)۔ صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان کو گالی دینے والا فاسق ہے، اور اس سے قتال کفر ہے۔ اور صحیحین میں بروایت ابوذر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی فرمایا کوئی مسلمان کسی مسلمان کو فاسق نہ کہے، اور نہ اُس پر کفر کی تہمت رکھے ورنہ وہ خود اُس پر ویسا ہی مرتد ہو جائیگا، اگر اسکے کہے ہوئے شخص میں کفر نہ ہو۔ اور صحیحین میں بروایت ثابت بن ضحاک، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کہ فرمایا جس نے کسی مسلمان کو کفر کی تہمت لگائی، تو گویا اُس نے اُسے قتل کر دیا۔ اور صحیح میں ابوہریرہ کی حدیث، اور عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو اپنے بھائی کو کہے، اے کافر! تو وہ کفر ان سے ایک پر پڑے گا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ونسألہ من فضلہ ان یختملنا بالاسلام والایمان وان یجنبنا ما یغضب وجہہ الکریم۔ وان یھدینا وجمیع المسلمین صراط المستقیم انہ رحیم کریم۔ والحمد للہ رب العلمین اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم اجمعین

تتمہ

بفضلہ تعالیٰ وکرمہ جل اسمہ آج مورخہ یکم ذوالقعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۷۵ء رسالہ مبارکہ "الصواعق الالٰھیہ فی الرد علی الوھابیہ" مصنفہ حضرۃ العلام سلیمان بن عبدالوہاب المتوطن بہ نجد رحمۃ اللہ کا اردو ترجمہ مکمل ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ موجب ہدایت بناکر توشہ سعادت بنائے۔ آمین غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

تراجم و مطبوعات ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور

مترجمہ فاضلِ جلیل حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی دامت برکاتہم

نعیم العطاء ترجمہ کتاب الشفاء
(قاضی عیاض)

حصہ اول چار روپے

حصہ دوم چار روپے

"کتاب الشفاء" دنیائے اسلام کی مشہور و مقبول اور مستند کتاب ہے، جسمیں حبیبِ خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان رفعتِ مقام، فضائل و خصائص، صفاتِ عالیہ، معجزات اور سیرتِ مبارکہ پر روشن و جامع بیان ہے، اہلِ اسلام پر آپ کے اور آپ کے اصحاب و اہلبیت و ازواجِ مطہرات کے کیا حقوق و آداب واجب ہیں، اور بدگویوں اور گستاخوں کے لیے کیا شرعی احکام ہیں مفصل مذکور ہیں، اہلِ اسلام کیلئے گرانقدر نایاب تحفہ ہے۔

ما ثبت من السنۃ
مع اردو ترجمہ
ما النعم علی الامۃ
المعروف بہ
ایام اسلام

مکمل پانچ روپے

صرف عربی ڈھائی روپے

صرف ترجمہ اردو تین روپے

شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی یہ نایاب اور بیمثال کتاب ادارہ نے عربی مع اسکے ترجمہ کے ساتھ شائع کی ہے جس میں سال بھر کے ایام و ماہ کے بے بہا فضائل، اسلامی تہوار، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا مفصل بیان معراجِ مبارک، سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت کا اصح ترین تذکرہ کے علاوہ رمضان مبارک کے روزے، تراویح ختمِ قرآن، شش عید کے روزوں پر مکمل بحث فرماتے ہوئے مذہبِ حق اہلِ سنت و جماعت کی پوری تائید فرمائی ہے، اسکے سوا زمانۂ جاہلیت کی مشرکانہ رسومات و معتقدات، شگون و فال اور ستاروں کی تاثیرات کے متعلق جو اوہام پائے جاتے ہیں مدلل رد و ابطال ہے۔

اصول السماع
قیمت آٹھ آنے

حضرت مولانا فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ کی تصنیف عربی کا سلیس اردو ترجمہ ہے جس میں مشائخِ چشت کے سماع کا مسئلہ ہے

البشریٰ الکئیب بلقاء الحبیب
یعنی
دیدارِ حبیب
قیمت ۶۳ پیسے (دس آنے)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ کا یہ رسالہ نایاب تھا، ادارہ نے اصل رسالہ کے ساتھ اسکا ترجمہ بھی شائع کیا ہے، اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ موت زندگی سے افضل ہے۔ پھر یہ کہ مرنے کے بعد مراتب و درجات ہر ایک کے مختلف ہوتے ہیں۔ انبیاء، شہداء، اولیاء اور صلحاء کی برزخی حیات کا مفصل بیان کے ساتھ مسلمانوں کے عالم برزخ کی کیفیات کی مکمل تشریح ہے۔

الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ
یعنی
سترھویں صدی عیسوی کا نیا نجدی مذہب
قیمت صرف ایک روپیہ

علامہ سلیمان ابنِ عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ جو نجدی مذہب کے بانی ابنِ عبد الوہاب کے بڑے بھائی ہیں۔ علامہ موصوف نے اپنے بھائی کے جدید مذہب اور اُنکے عقائد کے رد و بطلان میں یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس میں کتاب و سنّت، اقوال علماء اہلِ سنّت اور خود انکے گزشتہ رہنماؤں سے نجدی مذہب کا بے نظیر رد کیا ہے یہ کتاب ایک مرتبہ عراق میں چھپی تھی، جو نایاب تھی۔ ادارہ نے اسکا ترجمہ کرکے افادۂ عامۃ المسلمین کیلیے شائع کی ہے۔ ابتداء میں حضرت فقیہ العصر علامہ مفتی محمد اعجاز الرضوی مدظلہٗ نے بصیرت افروز دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔ ہر سُنّی مسلمان کو اسے پڑھنا چاہیئے۔

بیان المیلاد النبوی
قیمت صرف آٹھ آنے

پانچویں صدی ہجری میں علامہ ابنِ جوزی مشہور و معروف محدث گزرے ہیں، جنکی حدیث دانی پر تمام مکتبِ فکر کے علماء متفق ہیں، اور احادیث کے راویوں پر جرح و تعدیل پر انکی رائے کو قابلِ وزن کہتے ہیں، خصوصاً آجکل کے دیوبندی اور غیر مقلدین تو انکو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں، اس معروف ہستی نے جو حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ کی ولادتِ باسعادت پر جو عربی میں ذکر میلاد لکھا ہے اور جگہ جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ اور وسیلہ کو ثابت کیا ہے اور جس انوکھے انداز سے میلاد شریف پڑھا ہے، یہ آج کے منکرین ذکر میلاد [illegible] ہے، یہ ذکر میلاد پڑھنے کے قابل ہے۔ ادارہ نے اصل کیساتھ ترجمہ کرکے شائع کیا ہے۔

تکمیل الایمان
(تصنیف شیخ محقق محدث دہلوی)
قیمت - ایک روپیہ آٹھ آنے

دین اسلام کے مسلّمہ بنیادی عقائد پر مشتمل یہ کتاب جسکا جاننا اور ماننا ہر مسلمان پہ فرضِ عین ہے۔ جبتک مسلمان کے عقائد درست و صحیح نہ ہوں، خواہ کتنا ہی وہ عبادت گزار اور متشرع نظر آئے مگر اُخروی نجات ناممکن ہے۔ حضرت شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اہلِ سُنّت کے معتبر و مستند اسلاف میں سے ہیں اُنکی ہر تصنیف ہر عالمِ دین کیلیے مستند ہوتی ہے۔ یہ رسالہ چونکہ نایاب تھا ادارہ نے اسکا ترجمہ کراکے پیشِ خدمت کیا ہے۔

شروح الغیب
ترجمہ
فتوح الغیب
مع اہم افادات شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ
قیمت ڈھائی روپے

"فتوح الغیب" حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اسّی مقالات کا مجموعہ ہے، اس کا سلیس اور عام فہم اردو ترجمہ تشنگانِ علم و طریقت بادہ کشانِ سلوک و معرفت، شیفتگانِ توحید و رسالت کیلیے خمخانۂ ذوق ہے۔ صوفیانہ اصطلاحات اور اُنکے معانی کی مکمل تشریح ہے۔ جگہ جگہ شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی شرح سے بطرزِ افادہ کا اضافہ کیا گیا ہے اہلِ محبت و طریقت بالخصوص قادریوں کیلیے بے نظیر تحفہ ہے۔ بدمذہبوں نے اسکے غلط ترجمے چھاپ کر غلط فہمی پیدا کردی ہے، اسکا اس میں مکمل ازالہ ہے

مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ
(السیوطی)
عربی مع ترجمہ اردو والدین مصطفیٰ
قیمت - ڈیڑھ روپیہ

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ کا یہ رسالہ مبارکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک کے ایماندار مسلمان، افضل زمانہ، نیک و متقی اور اہلِ جنت ہونیکے ثبوت میں بے نظیر و بیمثال ہے، بڑے عجیب و غریب مضامین سے لبریز ہے۔ ہر معاند و دریدہ دہن کیلیے شافی و دنداں شکن جواب ہے۔ ہر مسلمان کو اسکا مطالعہ کرنا ضروری ہے

تبییض الصحیفہ
فی مناقب الامام ابی حنیفہ
قیمت چھ آنے

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ کا یہ رسالہ مذہبِ احناف کے امام و پیشوا سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ کے مناقبِ جلیلہ اور فوائدِ بہیّہ، فراست و ذہانت اور تفقہ و تدین پر مشتمل رسالہ ہے۔ ہر سُنّی حنفی کے لیے سُرمۂ بصیرت ہے۔

الدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتهره
یعنی
بکھرے موتی!
قیمت صرف ایک روپیہ

علامہ جلال الدین
اُن احادیث کو جمع
بول چال میں ب
ہر حدیث کا حوال
بے نظیر مجموعہ ہے
نے ان احادیث

کف الرعاع
عن محرمات اللهو والسماع
قیمت صرف دو روپے (زیر طبع)

علامہ حافظ ابن
گانے باجے اور
"ثقافت" کے نام
کھیل کود کو فروغ
کے شرعی احکام
اُردو میں ترجمہ کر

سوانح کربلا
مع تذکرہ خلفائے راشدہ
قیمت ڈیڑھ روپیہ

شہادت امامین
رضی اللہ عنہما کے
روایات مندر
صحیح روایات د
قدس سرہ نے قل
درج ہیں تصنی

اسلام کی حقانیت
بر
اعتراضات مسیحیت

اس رسالہ میں
گیارہ اعتراضا

مکتبہ سواد

ن سیوطی رحمۃ اللہ نے اس رسالہ مبارکہ میں صدہا
یح فرمایا ہے، جو ہر خاص وعام کی زبانوں پر روزانہ
ے تکلف، بولتے اور لکھتے ہیں۔ علامہ موصوف نے
م اور اُسکے راویوں کی حیثیت بیان فرمائی ہے
ے، ہر خاص وعام کے لیئے ازحد مفید ہے۔ ادارہ
کے اصل عربی الفاظ کیساتھ اُردو ترجمہ کرکے شائع کیا ہے

ن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب تکمیل کود،
ر امیر کی خدمت میں عدیم المثال ہے۔ آج چونکہ
م سے پورے زور وشور کے ساتھ گانے باجے اور
ع دیا جارہا ہے، ضرورت تھی کہ اس سلسلہ میں اسلام
سے مسلمانوں کو باخبر کیا جائے، ادارہ نے اسکا
کے شائع کیا ہے۔ (زیر طبع)

ن کریمین سیدنا امام حسن وامام حسین شہید کربلا
ے کے بارے میں اکثر کتابوں میں رطب ویابس
رج ہیں۔ ضرورت تھی کہ ایک ایسی کتاب جسمیں
رج ہوں شائع کی جائے، حضرت صدر الافاضل
م اُٹھاکر ایک ایسی کتاب جس میں صحیح روایات
یف فرمائی۔

عیسائی مشنری کے اسلام پہ گمراہ کن
ت کے شافی جوابات ہیں۔ بیمثال رسالہ ہے

ملنے کا پتہ
اعظم، لال کھوہ، موچی گیٹ لاہور